بیاد

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ

دار العلوم حقانیہ

اکوڑہ خٹک کا علمی و دینی مجلّہ

الحق

ماھنامہ

جمادی الاول ۱۴۲۴ھ جولائی ۲۰۰۳ء

مُدیر مسئول

مولانا سمیع الحق

معاونین جامعہ دارالعلوم حقانیہ سے ایک ضروری

اپیل

محترم ! دارالعلوم حقانیہ کی علمی، ملی و دینی ہمہ گیر خدمات سے بحمدللہ آپ بخوبی واقف ہیں اور موجودہ پُرفتن دور میں ایسے مرکز علوم رسالت کی اہمیت وضرورت بھی آپ پر مخفی نہیں ۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے دعوت وتبلیغ، تعلیم وتدریس، اصلاح وارشاد اور جہاد کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جس کی ذمہ داری ملک و بیرون ملک فضلائے حقانیہ نے نہ سنبھالی ہو۔ صرف ایک جہاد افغانستان کو لیجئے تو دارالعلوم کے ہزاروں فضلاء اور طلباً نے اس صدی کے عظیم جہاد میں قائدانہ کردار ادا کیا جو تمام معاونین کے لئے تا قیامت صدقہ جاریہ بن رہا ہے۔

جامعہ حقانیہ اپنے تمام ترقی پذیر شعبوں میں خطیر مصارف (جو کہ تعمیراتی اخراجات کے علاوہ سالانہ واجبی مصارف سوا کروڑ سے متجاوز ہیں) کا محتاج ہے جبکہ دارالعلوم حکومتوں کے تعاون سے بھی بالکل بے نیاز ہے اور نہ ہی اس کے باضابطہ مستقل سفراء ہیں، صرف اور صرف آپ جیسے حساس دردمند اہل خیر معاونین کے مالی تعاون سے یہ سارا کارخانہ علوم نبوت چل رہا ہے۔ جس میں ڈھائی ہزار تک طلباً علوم نبویہ سے ہر سال مستفید ہوتے ہیں۔ ایسے نازک وقت میں آپکی توجہات کی مزید شدت سے ہمیں ضرورت ہے کہ خود اور اپنے زیر اثر حلقہ احباب واہل خیر میں بھی دارالعلوم کے مالی تعاون کے لئے سعی فرمائیں اور اللہ کے دین کے فروغ اور حق کی بالادستی کے لئے کوشاں اس ادارہ کی پہلے سے بڑھ چڑھ کر ہر ممکن تعاون اور سرپرستی سے ممنون فرمائیں۔ **واجرکم علی اللہ -**

ترسیل زر کا پتہ

(مولانا) سمیع الحق

مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ

اکاؤنٹ نمبرز: یو بی ایل اکوڑہ خٹک **7 -01** نیشنل بینک اکوڑہ خٹک **5 - 17**

مسلم کمرشل بینک جہانگیرہ **721**

Email: haqqania@nsr.pol.com.pk (OR) haqqania@hotmail.com

اے بی سی آڈٹ بیورو اور سرکولیشن کی مصدقہ اشاعت

جلد نمبر ـــــ 38
شمارہ نمبر ـــــ 10
جمادی الاول ۱۴۲۴ھ
جولائی ـــــ ۲۰۰۳ء

ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک

مدیر	نگران	مدیر اعلیٰ
حافظ راشد الحق سمیع حقانی	حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ	حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ

ناظم شفیق الدین فاروقی

اس شمارے کے مضامین

نقش آغاز: صدر مشرف کا دورہ امریکہ خدشات ہی خدشات ...... ' اعلیٰ عدالتوں سے دینی مدارس کی ڈگریوں کو بے توقیر کرنے کا خطرناک منصوبہ ...... راشد سمیع حقانی ۲
عراق میں شکست: مگر کس کی؟ ...... مولانا نور عالم خلیل امینی ۷
حضور ﷺ کے دعویٰ رسالت کی صداقت پر واقعاتی شواہد ...... پروفیسر قاضی حلیم فضلی ۱۲
حفاظتِ دین میں فکرِ قاسمی کی اہمیت و ضرورت ...... جناب محمد یونس میو ۲۰
جو چپ رہے گی زبان خنجر: لہو پکارے گا آستین کا ...... مولانا محمد الیاس ندوی بھٹکلی ۳۳
فضیلت انفاق فی سبیل اللہ ...... مولانا انوار الحق حقانی ۳۷
عورت کا چہرہ اور اس کا پردہ ...... مولانا محمد اسمٰعیل طورو ۴۲
غیر مسلم ممالک میں آباد مسلمانوں کے کچھ اہم مسائل ...... مفتی ذاکر حسن نعمانی ۵۲
امریکیوں کی مدد کیلئے عراق میں پاکستانی افواج بھیجنے کا شرعی حکم ...... مولانا مفتی سیف اللہ حقانی ۶۰
دارالعلوم کے شب و روز ...... جناب شفیق الدین فاروقی ۶۱
تبصرہ کتب ...... ادارہ ۶۲

نوٹ: ادارے کا مضمون نگار حضرات کے خیالات سے متفق ہونا ضروری نہیں۔

ماہنامہ الحق دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ (سرحد) پاکستان۔ فون نمبر: 630340 , 630435 -(0923)
ای میل نمبر: E-Mail : haqqania@nsr.pol.com.pk Or haqqania@hotmail.com

سالانہ بدل اشتراک اندرون ملک فی پرچہ =/20 روپے سالانہ =/200 روپے، بیرون ملک 20$ امریکی ڈالر
پبلشر: مولانا سمیع الحق مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک، منظور عام پریس پشاور

Computer Operator : TABBIER HANIF

نقشِ آغاز راشد الحق سمیع حقانی

صدر مشرف کا دورۂ امریکہ و یورپ

خدشات ہی خدشات......

گزشتہ دنوں جنرل پرویز مشرف نے امریکہ و یورپ کا تفصیلی دورہ کیا۔ اس دورہ کی اہم بات یہ ہے کہ جنرل پرویز نے امریکہ کے مشہور بدنام زمانہ تفریحی مقام کیمپ ڈیوڈ میں امریکی صدر جارج بش سے طویل ملاقاتیں اور خفیہ مذاکرات و معاملات بھی طے کئے۔ قوم، پارلیمنٹ اور میڈیا کو کیمپ ڈیوڈ کے مذاکرات و معاملات سے اب تک تفصیلی طور پر آگاہ نہیں کیا گیا۔ معلوم نہیں کہ ایک فردِ واحد نے ملک وملت کی تقدیر کے فیصلے کس اختیار اور کس قانون کے تحت تنِ تنہا کر لئے؟ اب خدا جانے کہ اس کے کیا نتائج نکلیں گے؟ اس سے پہلے پاکستان کے مختلف حکمرانوں اور موجودہ مشرف حکومت نے امریکی دوستی کی خاطر جتنے بھی فیصلے کئے ہیں اس میں پاکستان اور قوم کا مفاد ہی ضائع ہوا ہے۔ اور انہیں دوستی کے عوض سوائے مایوسی اور خسارہ کے کچھ بھی ہاتھ نہیں آیا۔ اس دورہ میں بھی امریکہ نے جنرل مشرف کو مزید احکامات کی فہرست تھمائی ہوگی اور موہوم تین ارب ڈالر کے عوض ان سے کیا کیا وعدے اور معاہدے کئے ہوں گے۔

انتہا یہ ہے کہ اس دورہ میں جنرل مشرف نے منتخب حکومت کے کسی بھی نمائندے یا خصوصاً اس کے وزیر خارجہ کو بھی اپنے ساتھ لے جانا مناسب نہیں سمجھا۔ شاید اس اقدام سے منتخب نمائندوں کو یہ تاثر دینا تھا کہ آپ کی کوئی اہمیت یا قدر و منزلت نہیں اور جو کچھ ہوں وہ میں اور میرے منتخب کردہ افراد ہیں۔ حالانکہ اصولی طور پر یہ دورہ وزیراعظم پاکستان کو کرنا چاہیے تھا۔ اس لئے کہ تھوڑا بہت جمہوری نظام شروع ہو چکا ہے۔ اور اس وقت وہی پاکستان کے منتخب کردہ وزیراعظم اور رہنما ہیں۔ لیکن

ع ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہیے؟

کیمپ ڈیوڈ ہمیشہ عالم اسلام کے لئے ایک منحوس مقام کی حیثیت رکھتا ہے جہاں پر انور سادات، یاسر عرفات اور دیگر مسلم لیڈروں نے اپنی اقوام اور اپنے مقاصد سے انحراف اور غداریاں کیں۔ کیمپ ڈیوڈ کے شیشے میں انہی لوگوں کو اتارا جاتا ہے جن کے قدموں میں لڑکھڑاہٹ کا عنصر ہو اور جو بہک جانے کو بھی جرأت رندانہ سمجھتے ہیں۔ اسی لئے جنرل مشرف دورۂ امریکہ اور کیمپ ڈیوڈ کی یاترہ کو باعث فخر و افتخار سمجھ رہے ہیں۔ اور وہ ببانگ دہل کہہ رہے ہیں کہ میں امریکہ کے دورے سے زیادہ "پراعتماد اور پُرعزم" ہو کر لوٹا ہوں اور ان کے لب و لہجے میں اسلام، شریعت بل اور مذہبی

قوتوں کے بارے میں نفرت اور بھی زیادہ چھلکنے لگی ہے۔ انہوں نے دیارِ مغرب میں اور کلیسا کے زیر سایہ ہر جگہ اپنی تقاریر اور انٹرویوز میں مذہب' شریعت بل' حسبہ ایکٹ' القاعدہ کے مجاہدین' طالبان ' دینی جماعتوں اور صوبہ سرحد کی حکومت کے خلاف کھل کر اپنے پراگندہ خیالات کی ترجمانی کی اور یورپ کے اخبارات و میڈیا سے اس کی خوب خوب داد بھی پائی۔ انہوں نے دورہ امریکہ و یورپ میں یوں تو کئی امور پر رائے زنی کی لیکن چند ایسی باتیں بھی ترنگ میں آ کر کہہ ڈالیں جس کو سن کر پاکستانی مسلمانوں کے تن بدن میں غصے اور پریشانی کی لہر دوڑ گئی مثلاً پاکستان کا اسرائیل کو تسلیم کرنا' عراقی مسلمانوں کی مزاحمت کچلنے کے لئے پاکستانی افواج بھیجنا' ایران کے خلاف امریکہ کی متوقع جنگ میں اس کا ساتھ دینا' کشمیر پالیسی کو تبدیل کرنا اور ایٹمی پروگرام کو محدود کرنا یہ تمام انتہائی حساس معاملات ہیں اور قوم ان تمام امور پر انتہائی سخت موقف رکھتی ہے۔ ملک و ملت اس بات کی ہرگز اجازت نہیں دے سکتی کہ محض امریکہ اور یہود و نصاریٰ کی خوشنودی کے لئے اسرائیل کو تسلیم کیا جائے۔ وہ اسرائیل جو رات دن نہتے فلسطینیوں کو بے دریغ قتل کر رہا ہے۔ وہ اسرائیل جس نے مسلمانوں کے قبلہ اول القدس شریف کو اپنے ناپاک قبضے میں رکھا ہوا ہے۔ وہ اسرائیل جو مسلمانوں اور عالم اسلام کا چودہ سو برس سے دشمن چلا آ رہا ہے۔ وہ اسرائیل جو ہندوستان کو مسلسل جدید ترین ہتھیاروں کی سپلائی اور نئی عسکری ٹیکنالوجی فراہم کر رہا ہے۔ وہ اسرائیل جو کشمیر میں مجاہدین کی کاروائیوں کو کچلنے میں بھارت کے ساتھ شانہ بشانہ کھڑا ہے۔ وہ اسرائیل جسے سارے عالم اسلام نے ابھی تک تسلیم نہیں کیا۔ (ماسوائے چند ضمیر فروش ممالک کے)

تو پاکستان جیسے نظریاتی اور اسلامی ملک اسے کیونکر تسلیم کرلے؟ اسی طرح عراق میں پاکستانی افواج کو بھیجنا بھی پاکستان کے لئے ایک المیہ ہوگا اور اس فیصلہ سے پاکستانی افواج کے ماتھے پر وہ کالک کا دھبہ لگے گا کہ طوفان نوح بھی تا قیامت اس کو دھو نہیں سکے گا۔ عراق میں امریکہ نے اقوام متحدہ' سیکورٹی کونسل' اور دنیا بھر کی مخالفت کے باوجود جارحیت کی اور اب جب وہاں کی مقامی آبادی استعماریت اور ظلم و جبر اور غلامی کے خلاف اٹھ کھڑی ہوئی ہے تو امریکی افواج کے ہوش ٹھکانے لگ گئے ہیں اور اب وہ پاکستانی اور مسلمان افواج کے ہاتھوں عراقی مسلمانوں کو قتل کرنا چاہتی ہے' پاکستانی فوج امریکی افواج کی چوکیداری کا کام بھی دے گی اور عراقی عوام کے جذبہ آزادی کو بھی گل کرنے میں امریکہ کی معاون و مددگار ہوگی۔ یہ کہاں کے اصول اور ضوابط ہیں؟ کہ ایک آزاد اور خودمختار قوم کی فوج کرائے کی فوج بن جائے؟ اس اقدام سے پاکستان سارے عالم اسلام کی نظروں سے گر جائے گا۔ خدارا اس حد تک امریکہ کی غلامی اور خوشنودی میں نہ جایا جائے۔ اسی طرح کشمیر کی پالیسی پر یوٹرن بھی ہزار خطرات سے خالی نہیں ہوگا۔ اور اس کے بھی وہی نتائج اور منفی اثرات برآمد ہوں گے جو تباہ کن پالیسی جنرل مشرف نے طالبان اور افغانستان کے بارے میں اختیار کی تھی۔ اسی طرح ایٹمی پروگرام کو رول بیک کرنا ان نازک حالات میں کہاں کی دانشمندی اور حب الوطنی ہے؟ عراق ہی

کو لیجئے جس نے خود کو امریکہ کے کہنے پر غیر مسلح کیا تو اس کا حشر آج ہمارے سامنے ہے۔ پھر امریکہ اسرائیل کو تو ایٹمی پروگرام رول بیک کرنے کے لئے نہیں کہہ رہا کیونکہ اسرائیل جس قدر ایٹمی طور پر مضبوط ہوگا اتنا ہی وہ خطرات سے دور اور محفوظ ہوگا۔ اگر پاکستان، امریکہ، ہندوستان اور دیگر برائی کی قوتوں سے اپنے آپ کو محفوظ رکھنا چاہتا ہے تو اسے اپنے ایٹمی پروگرام کو مزید مضبوط بنانا ہوگا اور اس پر کسی قسم کی سودا بازی نہیں کرنی ہوگی۔ ان تمام متوقع اقدامات کا دورۂ امریکہ و یورپ کے موقع پر پاکستان کی سب سے بڑی شخصیت کی طرف سے افشاء اور دلالت کرنا ایک انتہائی خطرناک طوفان کی غمازی کرتا ہے۔ خدا نہ کرے کہ اس طوفان کی زد میں آکر ملک و ملت اپنے عقیدے، نظریے، روایات، تہذیب و تمدن اور وہ متفقہ پالیسی جو ملک و ملت کی بنیاد اور روح ہے کو بہا کر لے جائے۔ ملک کی تمام سیاسی اور دینی جماعتوں اور بڑے اداروں کے ارباب حل و عقد کو دورہ امریکہ او کیمپ ڈیوڈ کے مذاکرات کا باریک بینی سے جائزہ لینا ہوگا۔ ورنہ ایک مطلق العنان حکمران کے فیصلے ہمیں کہیں کا نہ چھوڑیں گے۔

اعلیٰ عدالتوں سے دینی مدارس کی ڈگریوں کو بے توقیر کرنے کا خطرناک منصوبہ

دینی جماعتوں پر مشتمل متحدہ مجلس عمل کا اتحاد جو کہ امریکہ، مغرب اور خصوصاً حکومت وقت کے لئے ایک چیلنج کی حیثیت اختیار کر گیا ہے کو حکومت نے کمزور کرنے کے لئے اور پارلیمنٹ میں اس کے سخت مؤقف سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے ایک گہری سازش کے تحت سپریم کورٹ آف پاکستان اور پشاور ہائی کورٹ میں اپنے ایجنٹوں کے ذریعے دینی مدارس کی اسناد کو چیلنج کیا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے پشاور ہائی کورٹ کے الیکشن ٹریبونل کے جج طارق پرویز نے حکومتی دباؤ اور دیگر ''ذرائع'' کے بناء پر مجلس عمل کے کوہاٹ سے منتخب شدہ ایم۔ این۔ اے مولانا مفتی ابرار کو نا اہل بھی قرار دے دیا اس وجہ پر کہ ان کی سند بی۔ اے کے برابر نہیں۔ اور اس حلقہ میں دوبارہ الیکشن کرنے کا حکم بھی صادر فرمایا۔ (اگرچہ پھر مفتی ابرار کے سپریم کورٹ سے رجوع کرنے پر سپریم کورٹ نے ہائی کورٹ کے فیصلے کو کالعدم قرار دیا اور عارضی طور پر انہیں بحال کر دیا اور فیصلہ کیا کہ پہلے سے دینی مدارس کی ڈگریوں کے متعلق سپریم کورٹ میں دائر کیس کے ساتھ اس کا فیصلہ بھی ستمبر میں کر دیا جائے گا۔) ہائی کورٹ کے اس متنازعہ ترین اور عدل و انصاف سے عاری فیصلے نے ملک بھر میں غصہ اور اضطراب کی لہر دوڑا دی تھی اور اس سے عدلیہ کی ساکھ بری طرح متاثر ہوئی۔ عدلیہ نے ایک بار پھر یہ ثابت کیا کہ وہ حکومتِ وقت کے ہاتھ کی چھڑی ہے اور اُسی کی جنبش اَبرو پر اس کی گفتار و رفتار اور نشست و برخاست کا انحصار ہے اور اسی کی منشا کے موافق فیصلے کرنا اس کا ''آئین'' ہے۔ ورنہ اسی عدالت کے تین ججوں نے کچھ عرصہ قبل ایم ایم اے کے ایک رکن قومی اسمبلی کی سند کے متعلق یہ وضاحت کی تھی کہ یہ بی۔ اے کے مساوی ہے۔

ع جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

اور الیکشن سے قبل یونیورسٹی گرانٹس کمیشن آف پاکستان نے ایک بار پھر مدارس کے مختلف وفاقوں کی اسناد کو ڈبل ایم۔اے کے مساوی قرار دیا تھا۔ پھر اس کے بعد الیکشن کمیشن آف پاکستان نے بھی یونیورسٹی گرانٹس کمیشن سے تصدیق کے لئے خصوصی لیٹر لیا پھر اس نے نوٹیفکیشن جاری کیا کہ تنظیمات وفاق المدارس کی اسناد ہمارے لئے قابل قبول ہیں اور ان کے حامل افراد الیکشن میں حصہ لے سکتے ہیں پھر تمام امیدواروں کی اسناد کی جانچ پڑتال بھی الیکشن کمیشن نے ٹھونک بجا کر کی۔ اب نجانے وہ کون سی ایسی وجوہات پیدا ہوگئی تھیں کہ آٹھ نو ماہ کے بعد وہی الیکشن کمیشن اور پشاور ہائی کورٹ دینی مدارس کی اسناد کی حیثیت ماننے سے انکاری ہو گئے ؟

آثار وقرائین یہی بتا رہے ہیں کہ اگر متحدہ مجلس عمل نے مستقبل میں بھی اپنے غیر لچکدار رویے میں نرمی پیدا نہیں کی تو ان سب کو بھی بیک جنبش ابرو قلم اسمبلیوں سے محروم کر دیا جائے گا۔ حقیقت میں پہلے مفتی ابرار کے متعلق ہائی کورٹ کی نااہلی اور سپریم کورٹ کے بحالی کے فیصلے کرنا اور دو ماہ کا وقت دینا مجلس عمل کی قیادت کے لئے ایک واضح اشارہ ہے کہ وہ اپنے لئے کس راستے کا انتخاب کرتی ہے؟ یہ کیس ایک ٹیسٹ کیس تھا اگر حکومت اور مجلس عمل کی مفاہمت نہ ہوئی تو یہ امر واضح ہے کہ سپریم کورٹ بھی مجلس عمل کے خلاف فیصلہ دے گی جو کہ ایک غلط فیصلہ ہوگا۔ لیکن سارا دنیا کو علم ہے کہ پاکستان میں عدلیہ کبھی بھی آزاد نہیں رہی۔ مگر یہ کتنی بڑی ستم ظریفی ہے کہ سیاست کے کھیل اور وقتی اختلافات کی بنیاد پر لاکھوں افراد کی تعلیمی، معاشرتی حیثیت اور ان کے مستقبل کو داؤ پر لگا دیا گیا ہے۔ جن کے پاس مختلف وفاقوں (تعلیمی بورڈز) کی ڈگریاں ہیں۔ (ایم ایم اے کے ارکان اسمبلی کی تعداد تو دو سو سے بھی کم ہے) لیکن ان لاکھوں افراد کی معاشرتی اور تعلیمی حیثیت پر بھی منفی فیصلے سے بڑا غلط اثر پڑے گا۔ جو مختلف حکومتی اداروں میں اس سند کی بنیاد پر اپنے اپنے فرائض سرانجام دے رہے ہیں اور مستقبل میں ان کے لئے قدم بہ قدم رکاوٹیں کھڑی کی جائیں گی۔ پھر ہزاروں افراد انہی اسناد کے بل بوتے پر بیرون ممالک اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لئے گئے ہوئے ہیں اور جاتے رہتے ہیں۔ اس قسم کے فیصلے سے انہیں بھی کئی مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اور لاکھوں افراد کو اس قسم کے فیصلے احساس کمتری کے سمندر میں پھینک دیں گے۔ اس سے پہلے دور غلامی میں انگریزوں نے علماء کی عزت اور وقار کو کم کرنے کیلئے انہیں اَن پڑھ کہا تھا اور طرح طرح کے منفی ہتھکنڈے اپنائے تھے اور اب ان ہی کی ذریت فاسدہ ایسے منفی اقدامات کر کے دینی تعلیم اور مدارس اسلامیہ کا کردار محدود کرنے کا سوچ رہی ہے۔ تاکہ امریکہ کے نیو ورلڈ آرڈر کے تنہا مخالف دینی مدارس بے توقیر ہوں۔ لیکن ہم حکومت وقت پر یہ واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ آپ کی دینی مدارس اور دینی جماعتوں کے خلاف ہر قسم کی کوششیں ماضی میں بھی ناکام ثابت ہوئیں اور مستقبل قریب میں بھی انشاء اللہ تارِ عنکبوت ثابت ہوں گی۔

۱۹۷۳ء کا متفقہ آئین جو کہ پاکستان کی وحدت' یکجہتی اور اس کی سیاست کی بنیاد ہے اس میں واضح طور پر یہ موجود ہے کہ پاکستان کا آئین قرآن وسنت پر مبنی ہوگا۔ اب قرآن وسنت کی تشریح اور ایک اسلامی ملک کی آئین سازی اگر علماء کرام نہیں کریں گے تو اور کون کرے گا ؟ اگر علماء اور فضلاء پارلیمنٹ میں موجود نہ ہوں تو کس طرح آئین سازی ہو سکے گی ؟ اور علماء کی نمائندگی اب خیر سے بی۔اے پاس زمانہ حال کے ابوالفضل اور فیضی کریں گے؟

جن کے بارے میں لسان العصر اکبر الٰہ آبادی مرحوم نے کیا خوب فرمایا ہے :

کیا کہوں احباب کیا کارِ نمایاں کر گئے
بی اے کیا ' ڈگری ملی ' نوکر ہوئے اور مر گئے

الیکشن سے پہلے جنرل مشرف کا بی۔اے کی ڈگری کو لازمی قرار دینے کی شرط پر پوری قوم نے احتجاج کیا تھا کہ یہ انتہائی زیادتی اور بدنیتی پر مبنی فیصلہ ہے اور پھر یہ انسانی حقوق کی بھی کھلم کھلا خلاف ورزی ہے۔ دنیا میں اس کی نظیر کہیں بھی نہیں پائی جاتی۔ شروع سے یہ فیصلہ ہی غیر آئینی' غیر اخلاقی اور غیر انسانی ہے لیکن پی سی او (PCO) کے تحت حلف اٹھانے والے اور اپنی ملازمتوں میں غیر آئینی توسیع پا لینے والے ججوں نے اسے منظوری کی خلعت پہنا دی تھی۔

ع عدل وانصاف کے معیار بھی کیا رکھے ہیں؟

ظلم اور تماشا تو یہ ہے کہ صرف بی۔اے پاس تو ملک کے سب سے بڑے آئینی ادارے میں ماشاء اللہ آئین سازی کر سکتے ہیں۔ لیکن دوسری جانب قرآن وحدیث' فقہ' تفسیر اور تقریباً چودہ علوم وفنون کے ماہرین ''ان پڑھ اور جاہل'' قرار دیئے جا رہے ہیں۔ یہ اکیسویں صدی کا سب سے بڑا مذاق ہے۔ اگر آپ پاکستان اور پارلیمنٹ کی تاریخ اٹھا کر دیکھیں تو سب سے زیادہ آئین سازی اور دستور سازی میں علماء کرام کا نام آتا ہے۔

ہماری سپریم کورٹ آف پاکستان سے گزارش ہے کہ وہ حکومتی دباؤ کو مسترد کر دے اور ستمبر میں فیصلہ کرتے ہوئے عدل وانصاف اور پاکستان کے بہتر مستقبل کے لئے صحیح فیصلہ کرے۔ ورنہ غلط فیصلے کے نتیجے میں عدلیہ کی حیثیت بالکل ختم ہو کر رہ جائے گی اور ہمارا حکومت کو بھی یہی مشورہ ہے کہ وہ خدارا ایسی طفلانہ حرکتوں سے۔ ملک کو بازیچہ اطفال نہ بنائے اور نہ ہی ملک کو کسی خونی انقلاب یا بڑے سیاسی بحران کی طرف دھکیلیں کہ ملک وملت اب اس کے مزید متحمل نہیں ہو سکتے۔

دینی مدارس کی ڈگریوں کے متعلق راقم نے دسمبر ۹۸ء کے شمارہ میں تفصیلی اداریہ لکھا تھا' اور اس میں واضح کیا تھا کہ دینی مدارس کے اسناد کے حامل افراد کے ساتھ سوتیلا پن کا سلوک نہ کیا جائے اور پیش آمدہ چیلنجوں کے بارے میں بھی نشاندہی کی تھی۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو شمارہ نمبر ۳ دسمبر ۹۸ء اداریہ۔ .... (مدیر الحق)

مولانا نور عالم خلیل امینی *

عراق میں شکست: مگر کس کی؟

بغداد کے سقوط اور بدکار و بدکردار امریکیوں اور برطانویوں کے سامنے عراق کے پسپا ہو جانے کا صدمہ ناقابل بیان حد تک دل دوز تھا اور ہے۔ ساری امتِ مسلمہ کو دنیا کے کونے کونے میں اس کی وجہ سے جو رنج و غم لاحق ہوا اور جس قلبی اذیت اور ذہنی کرب کا احساس ہوا، اس کو الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔ یہ غم اور یہ احساس الم اس امت کیلئے قدرتی بات ہے، جس کو خدائے بزرگ و برتر نے احساس عزت اور خودداری و حمیت کی بے پایاں دولت سے نوازا ہے۔ یہ معززانہ احساس خدائے لم یزل کے اس برترین اور بہترین دین کا فیضان ہے، جس کو خدا تعالیٰ نے سربلندی کیلئے نازل کیا ہے؟ شکست و ریخت، مغلوبیت اور ناکامی اس کی فطرت کے یکسر خلاف ہے۔

سقوطِ عراق کا المیہ، صرف مسلم عوام ہی کے لئے باعث حزن و ملال نہیں، بلکہ مسلمانوں کے طبقہ خواص کو عام لوگوں سے سوا دکھ ہوا ہے۔ یعنی علماء، دعاۃ، مفکرین اور اسلام اور مسلمانوں کے معاملات سے دلچسپی رکھنے والوں کے لئے تو یہ غم اور بھی دل گداز اور جگر کو شق کرنے والا ثابت ہوا ہے آپ اندازہ نہیں کر سکتے کہ لکھے پڑھے باشعور مسلم طبقے کا حال اس سے کتنا برا ہوا ہے کہ ان کا قلبی سکون، کام کرنے کی فرصت، سوچنے کی طاقت، لکھنے پڑھنے کی صلاحیت اور زندگی کے مختلف گوشوں میں سرگرم عمل رہنے کی ان کی اہلیت کو کس درجہ نقصان پہنچا ہے، کیونکہ یہ تنہا عراق پر قبضے کا معاملہ نہیں کہ وہ اپنے زخم جگر کو کسی طرح سی لیں اور اپنے دل کی رفوگری کا انتظام کر لیں، بلکہ یہ سارے خطے پر قبضے سے عبارت اور ساری امت کے غلام بنا لینے کے مترادف ہے۔ یہ قبضہ برسوں کے منصوبہ بندی اور صہیونیوں اور صلیبیوں کی عرصے سے تیار کی جا رہی اسکیم کا نتیجہ ہے۔ اس قبضے کے ذریعے مخصوص صہیونی و صلیبی اہداف کو بروئے کار لائے جانے کا مسئلہ اور اس کی خطرناک، امت مسلمہ کے چیدہ افراد کی نیند اڑائے دے رہی ہے۔ اس بھیانک منصوبے کے دوررس نتائج کو وہ سوچ سوچ کر مرے جا رہے ہیں کہ خدانخواستہ مسلمانوں کے وہ بدترین دن شاید آ چکے ہیں، جن کا ان کی بداعمالیوں کی وجہ سے عرصے سے اندیشہ تھا۔

لیکن موجودہ المیہ اور دیگر حوالوں سے، یہ سوچ کر غم و الم کی کیفیت میں کسی نہ کسی درجے میں کمی ضرور واقع

---

* رئیس تحریر 'الداعی' عربی - و استاذ ادب عربی دارالعلوم دیوبند

ہے کہ زخم خواہ کتنا گہرا ہو خون کی کتنی ہی مقدار اس سے کیوں نہ رس جائے بحیثیت مجموعی امت کے لئے جان لیوا ہرگز ثابت نہ ہوگا۔ نیز قادرِ مطلق اور حکمت وعلم والے خدا کی مرضی سے زخم کی گیرائی و گہرائی من حیث المجموع امت کے لئے بہ ہرصورت ایسی مایوس کن نہ ہوگی کہ کام کا حوصلہ' تاریخ رقم کرنے کا اس کا تسلسل موقوف ہو جائے اور پیہم کارناموں کی انجام دہی کی اس کی معجزانہ صلاحیت کو گھن لگ جائے اور اقوام وامم پر اس کی اخلاقی' اجتماعی' علمی' ثقافتی' تہذیبی' اور انسانی برتری کے تاریخی رفتار میں بالکلیہ رخنہ واقع ہو جائے۔ مصائب کا طوفان' آزمائشوں کی آندھی اور شدید زلزلوں کی کیفیت' امت کی اندرونی معنوی دفاعی طاقت کو نہ صرف جگاتی ہے بلکہ اس کے افراد کے اندر دین کی طرف بازروی کی طاقت و تحریک پیدا کرتی ہے۔ آزمائشیں جس درجہ شدید ہوتی ہیں' اسی درجہ ان سے ''چیلنج'' کی کیفیت رونما ہوتی ہے۔ چیلنج کا مزاج یہ ہے کہ وہ نہ صرف اونگھتے کو ہوشیار' بلکہ انتہائی خراٹے کی نیند سونے والے کو بیدار کردیتا ہے' انسانی جسم میں بلا کی قوت مدافعت ابھارکے' انسان کو جوش وجذبے' خوداعتمادی اور حوصلے کے ساتھ آگے بڑھنے پر آمادہ کردیتا اور اپنی ذات کے حوالے سے کسی بھی خطرے سے نبردآزما ہونے کا یارا عطا کرتا ہے' اس کو یوں سمجھئے کہ جیسے کوئی شیخ فانی بسترِ مرگ پر پڑا کراہ رہا ہو' اس کے دست وبازو میں نوالہ توڑنے' گلاس کا پانی اٹھا کے منہ تک لے جانے کی طاقت نہ ہو' اچانک اس کو ایک عجیب اذیت ناک تجربے سے دوچار ہونا پڑ جائے۔ مثلاً یہ کہ اس کی اکلوتی جواں سال بیٹی تنہا گھر میں ہو' اس کی بوڑھی ذات کے سوا کوئی اور گھر میں اس کا سہارا نہ ہو' اچانک بدکاری کا رسیا کوئی جوان اس کے گھر میں گھس آئے' اور اس پر دست درازی کرنے لگے۔ وہ بوڑھا جو بستر سے اٹھ نہیں سکتا' اس صورت حال کو دیکھتے ہی بستر سے کود پڑتا ہے' اپنے اندر ایک خرقِ عادت' طاقت محسوس کرتا ہے' وہ چارپائی کے قریب پڑے ہوئے ایک بوسیدہ ڈنڈے کو اس کے سر پر دے مارتا ہے اور وہ نامراد گرتا پڑتا اس کے گھر سے نکل بھاگتا ہے' بوڑھے کو اپنی عزت کی حفاظت اور اپنی سب سے عزیز آبرو کے دفاع کا احساس اس قدر خوشی ومسرت سے لبریز کردیتا ہے کہ وہ اپنی صحت میں غیر معمولی بہتری محسوس کرتا ہے' وہ اسی دن سے چلنے پھرنے لگتا ہے اور کم از کم گھر کی چہاردیواری کے اندر' اس کو کسی سے اپنی ذات کیلئے' کسی مدد کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔

اللہ پاک نے اس دین کی حفاظت' اس کے تسلسل' اس کے ہر حال میں بارآور رہنے کی ضمانت دی ہے۔

انا نحن نزلنا الذکر و انا له لحفظون (الحجر/۹)

''ہم نے آپ اتاری ہے یہ نصیحت اور ہم آپ اس کے نگہبان ہیں۔'' (ترجمہ شیخ الہندؒ)

دین اور اس کی کتاب کی حفاظت' اسی طرح ہوگی کہ دین کے ماننے والے من حیث المجموع باقی رہیں گے' دین کے نمائندے اور دین کی کتاب کی تعلیم پر عمل پیرا رہنے والے بہ ہرصورت ہر آن موجود رہیں گے' دین کی حفاظت اہل دین ہی کی بقا کی شکل میں ہوا کرے گی۔ لہذا یہ دین اپنی حفاظت اور اپنے ماننے والوں کی حفاظت کے حوالے سے

''خودکار'' واقع ہوا ہے' اس لئے کہ یہ رب العالمین کی طرف سے اپنے بندوں کیلئے منتخب کردہ اور پسندیدہ دین ہے۔

امت کو وقتاً فوقتاً جس آزمائش سے دوچار ہونا پڑتا ہے' مصیبت کی جس کٹھن گھڑی سے اس کو گزرنا پڑتا ہے اور اپنی طویل تاریخ کے دورانئے میں' اس کو جن مکروہات اور جگر خراش واقعات سے دوچار ہونا پڑتا ہے' ان میں اللہ پاک کی بڑی حکمت ہوتی ہے۔ اگر ہمیں اللہ پر یقین ہے اور ضرور ہے تو ہمیں اس حکمت پر ایمان رکھنا ہوگا' حکمت یہ ہے کہ نیک و بد کی پہچان ہو جائے' سچے اور جھوٹے کا فرق نمایاں ہو جائے' محض دعوے دار اور واقعی وفادار کی شناخت قائم ہو جائے۔ احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا امنا وھم لایفتنون (العنکبوت/۲)

''کیا یہ سمجھتے ہیں لوگ کہ چھوٹ جائیں گے اتنا کہ کر کہ ہم یقین لائے اور ان کی جانچ نہ ہوگی۔''

نیز یہ کہ امت پر جو برا وقت آتا ہے وہ قرآن پاک کے ارشاد کے مطابق اس کے افراد کے برے کرتوت کی وجہ سے آتا ہے' اولادِ آدم کا اپنی قسمت کو بگاڑنے اور اپنے نصیبے کو اجاڑنے کا عمل کیا کچھ کم ہے جو ان کی مصیبت کے وقت کسی اور سبب کو تلاش کیا جائے؟!

ظھر الفساد فی البر و البحر بما کسبت ایدی الناس لیذیقھم بعض الذی عملوا لعلھم یرجعون (الروم/۴۱)

''پھیل پڑی ہے خرابی جنگل میں اور دریا میں لوگوں کے ہاتھ کی کمائی سے' چکھانا چاہیے ان کو کچھ مزہ ان کے کام کا تاکہ وہ پھر آئیں''

جبکہ وہ خدائے غفار و رحیم' ہمارے بہت سے گناہوں پر خط عفو پھیرتا اور اپنی شان کریمی سے ہماری طرف سے بے حد و حساب چشم پوشی بھی کرتا رہتا ہے:

وما اصابکم من مصیبۃ فبما کسبت ایدیکم و یعفو عن کثیر (الشوری/۳۰)

''اور جو پڑے تم پر کوئی سختی سو وہ بدلہ ہے اس کا جو کمایا تمہارے ہاتھوں نے اور وہ معاف کرتا ہے بہت سے گناہ''

اسی کے ساتھ یہ بھی ذہن نشین رکھنا ہے جیسا کہ ابھی عرض کیا گیا کہ ہم جن مصائب و آلام سے دوچار ہوتے ہیں' ان میں خدا کی مرضی اور اس کی مصلحت شامل ہوتی ہے اس کی اجازت اور مرضی کے بغیر کچھ نہیں ہوتا' کائنات کے ہر حرکت و سکون میں اس کی تقدیر و تدبیر کا دخل ہوتا ہے۔ رسول کے خلاف بنائے گئے باغیانہ' عاصیانہ اور غلط کارانہ اصول وضوابط کے علم برداروں کو ہی منہ دیکھنا پڑا۔ حق پرست' حق پر قائم' حق کا دفاع کرنے والے پابند وفا مذہبی اصولوں اور طریقہ ہائے کار کو کسی ذلت و ہزیمت کا سامنا نہیں ہوا۔ وہ اصول وضوابط جن پر کاربند رہنے والوں کو نہ تو کبھی کسی کی ملامت کا خدشہ رہا اور نہ ہی کسی جابر و ظالم کے سامنے حق بات کہنے سے انہوں نے کوئی باک محسوس کیا۔ متعدد اہل قلم نے لکھا ہے کہ ۱۹۶۷ء کی اسرائیل عرب جنگ میں' جب عربوں کو دردناک ہزیمت ہوئی' جس کے نتیجے میں مسجد اقصیٰ

کے ساتھ ساتھ اسرائیل نے مصروشام واردن کے بہت سے علاقوں پر قبضہ کرلیا' جن پر اب تک اس کا قبضہ برقرار ہے' تو مصر کے ایک بڑے بزرگ داعی اور مفسرقرآن شیخ محمد متولی شعراوی (متوفی ۲۲صفر ۱۴۱۹ھ مطابق ۱۷جون ۱۹۹۸ء) اللہ کے حضور سجدہ ریز ہوئے' شکرانے کی نماز پڑھی اور خالق کائنات کی بے پناہ حمدوثنا کی' حالانکہ یہ شکست امت کیلئے خاصی حوصلہ شکن اور کمرتوڑ ثابت ہوئی اور امت اس کے عواقب سے ہنوز جانبر نہ ہوسکی اور نہ معلوم کب تک اس کے بھیانک نتائج سے مسلمانوں اور عربوں کو دوچار رہنا پڑے گا' شیخ سے بہت سے لوگوں نے متعجبانہ پوچھا کہ آپنے اس شکست پر اظہار مسرت یا اظہار (اطمینان کیوں کیا؟ تو انہوں نے فرمایا کہ ان کا اظہار اطمینان اور اللہ کے حضور سجدہ ریزی اس اصول کی شکست کے حوالے سے ہے' جس کی جمال عبدالناصر (۱۹۱۸۔۱۹۷۰ء) اور ان کے ایسے عربی قومیت کے علم بردار کررہے ہیں۔ ظاہر ہے یہ اصول اور یہ راہ عمل قطعی اسلام مخالف تھا' اگر جمال عبدالناصر کو فتح مل جاتی' تو اس کا غرور اس کو مزید بے راہ روی اور ظلم وجور پر آمادہ کرتا اور مسلمانانِ عالم عموماً اور عرب خصوصاً' اپنے دین وعقیدے کے تعلق سے بڑے فتنے کا شکار ہوجاتے۔

لہذا عراق کی شکست اور امریکہ وبرطانیہ کی فتح خواہ کتنی ہی المناک کیوں نہ ہو' یہ اسلام کی شکست نہیں اور نہ ہی یہ مجموعی طور پر امت کی شکست ہے اور نہ ہی اسلامی تاریخ کی رفتارِ مسلسل کی شکست ہے' اس لیے کہ اس جنگ میں اسلام کو کوئی عمل دخل نہ تھا' وہ تو اس سے بالکلیہ علیحدہ رکھا گیا تھا' اس لئے کہ انقلاب پسند بعثی صدام حسین نے' جو اسلامی احکام سے ہمیشہ برسرپیکار اور محرکات دین کا شدید مخالف رہا اور اس کے ساتھ کے لوگوں نے کبھی اسلام کو اپنا رول ادا کرنے کا موقع ہی کب دیا تھا' صدام یا اس کے لوگ کسی بھی حیثیت سے اسلام کے نمائندے نہیں تھے کہ کہا جائے کہ امریکہ عراق جنگ میں خدانخواستہ اسلام کو پسپائی ہوئی۔

لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ امریکہ اور برطانیہ نے عراق کو جو تباہ وبرباد کیا' عراقیوں کا جس طرح قتل عام کیا' عراقی تہذیب وتاریخ کو جس طرح پامال کیا اور اب جس طرح وہ عراق کے زبردستی حکمران بن بیٹھے ہیں اور جس طرح پوری دنیا اور اقوام متحدہ کی مخالفت کے باوجود عراق پر حملہ کیا اور اس پر شب وروز بموں اور آتش وآہن کی بارش کی' تو ان دونوں نے ٹھیک ہی کیا' بلکہ ہم یہ کہنا چاہتے ہیں کہ عراق کی ہزیمت سے امت کو جو چوٹ لگی ہے' دل وجگر جس طرح خون ہوئے ہیں' غم والم سے جس طرح سینہ شق ہوا جارہا ہے' یہ شکست اسلام کیا کیا دھرا نہیں اور نہ اس میں اس امت مسلمہ کا کوئی قصور ہے جو نیکی کے فروغ اور بدی کے ازالے اور اللہ ورسول کی وفاداری اور انسانوں کی بھلائی کے لئے معرضِ وجود میں لائی گئی ہے۔ یہ شکست ورسوائی بعثیوں' قومیت کے دعوےداروں اور انقلاب وترقی کا دم بھرنے والے ان حکمرانوں اور قائدین کی دین ہے' جنہوں نے ملک اور قوم سے غداری کی اور امریکہ وبرطانیہ کو اس کا موقع دیا کہ وہ زبردست استعماری منصوبوں کے تحت' عراق پر چڑھائی کرکے' اس کو مغلوب کرلیں اور اس سارے

اسلامی خطے کو غلام بنا لینے کی راہ پیدا کر لیں۔

اس سلسلے میں بہت سے اسلام پسند قلم کاروں' مفکروں اور داعیوں نے متعدد ٹھوس شواہد کی طرف اشارہ کیا ہے جن میں انتہائی واضح ثبوت یہ ہے کہ صدام حسین اور اس کے لوگ اچانک مشکوک طور پر غائب ہو گئے اور ملک وقوم کو امریکی و برطانوی بھیڑیوں کے حوالے کر دیا' اسی لئے امریکی افواج کی طرف سے ان کی تلاش کے حوالے سے کوئی سنجیدہ کوشش سامنے نہیں آ رہی بلکہ پیہم اس طرح کی خبریں آ رہی ہیں (جیسا کہ اخبار ''نیویارک ٹائمز'' نے بھی کہا ہے) کہ بعض گائیڈوں کے ذریعے ٹھوس معلومات ملنے کے بعد بھی' امریکہ نے صدام کو بغداد میں گرفتار کرنے میں' کوئی دلچسپی نہیں دکھائی' بلکہ گرفتاری سے گریز کیا۔ اخبار نے مزید کہا ہے کہ متعدد عراقی افسران کی گرفتاری کو جو امریکی افسران اچھال رہے ہیں' تو یہ گرفتاری انہوں نے نہیں کی' بلکہ عراقی افسران نے از خود اپنے کو امریکیوں کے حوالے کرا دی' تجزیہ نگاروں نے یہ بات بطور خاص نوٹ کی ہے کہ امریکہ نے صدام کا پتہ بتانے کے لئے جو انعامی رقم مخصوص کی ہے' اس کو صدام اور اس کے لوگوں کے بھیانک جرائم سے کوئی نسبت نہیں' نیز یہ رپورٹیں بھی کثرت سے آ رہی ہیں کہ صدام اور امریکی افواج کے مابین یہ معاملہ طے ہو گیا تھا' کہ امریکی افواج صدام' اس کے اہل خانہ اور اس کے خاص لوگوں کو زندہ بچ کے نکل جانے کی راہ دے دیں اور اس کے بدلے میں وہ عراق پر قبضہ کر لیں۔

اس سلسلے میں یہ ثبوت بھی بہت ٹھوس نظر آتا ہے کہ صدام حسین اور اس کے ساتھیوں نے امریکہ کی زبردست ٹیکنالوجی والی عسکری طاقت کو بالقصد ہیچ سمجھا جس کی اس وقت کی دنیا میں کوئی نظیر نہیں اور عراقی عوام' اور امت مسلمہ کو یہ باور کرایا کہ وہ امریکہ اور برطانیہ کو' روایتی زنگ آلود ہتھیاروں سے' بغیر کسی فضائی طاقت کے' محض بڑے بڑے بول کے ذریعے اور بلند بانگ ہمالیائی دعوؤں کے بل بوتے پر بالکلیہ ہرا دیں گے' اور عراق کے صحرا میں امریکیوں کو زندہ دفن کر دیں گے' حالانکہ ان کے پاس کسی ایسے عمل کا اثاثہ موجود نہیں تھا' جس سے اللہ ورسول کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے' اللہ کی مدد متوجہ ہوتی ہے' اور جس سے دشمن کے زبردست سامان ضرب وحرب اور مومن کی استطاعت بھر تھوڑے اسباب دفاع میں توازن کی کوئی شکل پیدا ہوتی ہے۔

ظاہر ہے کہ صدام یا ان کے لوگوں نے اس سلسلے میں جس رویے کا اظہار کیا' یہی درحقیقت ان سارے لوگوں کا رویہ ہوا کرتا ہے' جو بڑے بول کے قارون اور عقیدہ وعمل کے حوالے سے مفلس محض ہوتے ہیں۔ صدام کے پیش رو جمال عبدالناصر کا بھی یہی حال تھا' لیکن اس کا دعویٰ تھا کہ وہ اسرائیل کو سمندر میں غرق کر دے گا اور قضا وقدر کے ہاتھ سے زبردستی فتح ونصرت کو چھین لے گا' لیکن اسکو آخرت سے پہلے دنیا کی رسوائی اور تاریخی ہزیمت کا منہ دیکھنا پڑا جس کو اب تاریخ نے اچھی طرح ریکارڈ کر لیا ہے' تاکہ رہتی دنیا تک لوگوں کیلئے یہ باعث عبرت ہو۔

(بقیہ صفحہ نمبر ۱۹ پر)

پروفیسر قاضی علیم فضلی *

حضورﷺ کے دعویٰ رسالت کی صداقت پر واقعاتی شواہد

آیت مع ترجمہ: تبت یدا ابی لهب و تب ما اغنی عنه ماله و ما کسب سیصلی نار ذات لهب و امرته حمالة الحطب فی جیدها حبل من مسد۔

ترجمہ: ابولہب کے دونوں ہاتھ ہلاک ہوئے۔ وہ خود بھی ہلاک ہوا' اسکا وہ مال جو کمایا تھا اس کے کام نہ آیا وہ بہت جلد شعلے مارتی ہوئی آگ میں داخل ہوگا۔ اسکی چغل خور عورت' بیوی' بھی ہلاک ہوگی جسکے گلے میں کھجور کی چھال کی رسی ہے۔

تعارف اور تفسیر

قرآن کریم کی مندرجہ بالا سورۃ کا نام ''سورہ لہب'' ہے۔ یہ قرآن کی آخری سورتوں میں موجود ہے۔ یہ سورۃ مکہ میں اس وقت نازل ہوئی جب حضورﷺ کی بعثت کا ابتدائی دور تھا' مفسرین کا خیال ہے کہ یہ سورت اسی وقت اتری جب قریش مکہ نے حضورؐ اور آپ کے خاندان کا مقاطعہ کر کے انہیں شعب ابی طالب میں محصور کر دیا تھا اور انہیں ہر قسم کے سماجی' معاشرتی اور معاشی روابط سے محروم کر دیا تھا۔ حتیٰ کہ آپؐ اور خاندان کے افراد درختوں کی جڑیں کھانے پر مجبور ہو گئے تھے۔

ابولہب کا نام لے کر اللہ نے کیوں غصے کا اظہار فرمایا:

پورے قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اسلام دشمنوں اور حضورﷺ کے مخالفین کا نام لے کر غصے اور برائی کا اظہار نہیں فرمایا۔ صرف یہی ایک مقام ہے جس میں ابولہب کا نام لے کر اللہ تعالیٰ نے اپنے غصے اور انتقام کا اظہار فرمایا ہے۔ اس امتیازی اظہار ناراضگی اور انتقام کی پیشن گوئی کی وجہ یہ ہے۔

ابولہب کا رویہ:

عرب معاشرے میں انہی ہزاروں خرابیوں کے باوجود یہ اچھی روایت اس وقت موجود تھی کہ وہ صلہ رحمی اور خاندانی رشتوں کا پاس رکھتے تھے۔ قطع رحمی اور رشتوں سے دشمنی گناہ خیال کی جاتی تھی۔ اور ایسا سلوک عربی اخلاق اور غیرت سے بُری ہوئی بات سمجھی جاتی تھی۔ انکے ہاں اس روایت کا نتیجہ یہ تھا کہ حضورﷺ نے جب دعویٰ نبوت فرمایا تو

* مدیر ماہنامہ ''القلم'' اوگی ۔ مانسہرہ' ہزارہ

قریش کے دوسرے خاندانوں نے دل کھول کر دشمنی کا حق ادا کیا مگر بنو ہاشم اور بنو مطلب دو بھائیوں کی اولاد نے نہ صرف یہ کہ آپ کی مخالفت نہیں کی بلکہ کھلم کھلا حمایت کرتی رہی حالانکہ ان میں اکثریت حضورؐ پر ایمان لاکر مسلمان نہیں ہوئی تھی

عربوں کی اس اخلاقی اصولی غیرت اور روایت کو صرف ایک شخص ابولہب نے اسلام دشمنی میں توڑ دیا اور دشمنوں سے بڑھ کر دشمنی پر اتر آیا۔ حالانکہ وہ رسول اللہ ﷺ کا حقیقی چچا تھا' حضور ﷺ کے والداور ابولہب کے والد ایک باپ کے بیٹے تھے۔ عرب معاشرے میں چچا سے توقع ہوتی ہے کہ بھتیجے اور بالخصوص یتیم بھتیجے کو اپنی اولاد سے زیادہ پیار کرتے۔ مگر اس چچا نے بلا کسی وجہ وعناد کے اسلام دشمنی اور کفر کی محبت میں تمام خاندانی اخلاقی روایات کو پامال کردیا۔ جب حضورؐ نے تمام عزیز رشتہ داروں کو کوہ صفا پر چڑھ کر بلند آواز سے اس انداز کیساتھ پکارا جیسے کوئی دشمن قبیلے کے حملے کے وقت پکارتا ہے۔ یا صباحاہ! ہائے صبح کی آفت' یہ پکار سن کر تمام افراد دوڑ پڑے جب سب جمع ہوگئے تو آپؐ نے قریش کے تمام خاندانوں کے افراد کے نام لے لے کر انہیں متوجہ کیا۔ کوہ صفا کے پیچھے دشمن کی موجودگی کا اقرار لے کر فرمایا'' میں آپ کو خبردار کرتا ہوں کہ آپ پر خدا کا سخت عذاب آرہا ہے۔ میری دعوت پر لبیک کہو اور اپنے آپ کو آنے والے عذاب سے بچالو'' اس وقت کسی اور کے بولنے سے پہلے ابولہب بول اٹھا ''تباً لک الھذا اجمعتنا۔ تمہیں ہلاکت ہو کیا تم نے اس لئے ہم کو جمع کیا ہے''

ابولہب کا غیر اخلاقی رویہ:

مکہ میں ابولہب آپ کا قریبی ہمسایہ تھا۔ دونوں گھروں کے درمیان صرف ایک دیوار تھی۔ عقبہ بن ابی معیط اور عدی بن حمراء آپ کے پڑوسی تھے۔ یہ لوگ حضورؐ کو چین نہ لینے دیتے تھے۔ آپ نماز پڑھ رہے ہوتے تو بکری کی اوجھ آپ پر پھینکتے' صحن میں کھانا پک رہا ہوتا تو یہ لوگ ہنڈیا میں غلاظت پھینک دیتے۔ ...... حضور ﷺ کہیں بازار یا اجتماعی جگہوں میں دعوت اسلام دیتے تو ابولہب شور مچا کر آپ کو برا بھلا کہتا۔ نبوت سے پہلے حضور ﷺ کی بچیاں ابولہب کے بیٹوں عتبہ اور عتیبہ سے منسوب تھیں تو ابولہب نے بیٹوں سے انہیں چھوڑنے کا کہا۔ اس موقع پر عتیبہ نے نہ صرف آپ کی بچی کو چھوڑا بلکہ انتہائی نفرت سے آپ کے چہرہ مبارک پر تھوک بھی دیا۔ حضورؐ کے دل کو رنج پہنچا تو آپ نے آسمان کی طرف سر اٹھا کر فرمایا۔ اس پر خدایا اپنا شیر مسلط کردے۔ اللہ نے دل سے نکلی ہوئی اس فریاد کو سنا اور شام کے تجارتی سفر میں ابولہب نے قافلے والوں کو حفاظت کی تاکید کی تھی۔ انہوں نے شب بسری کے دوران ارد گرد اونٹوں کے اندر عتیبہ کو سلایا مگر شیر آیا اور صرف اسی کو چیر پھاڑ کر چھوڑ دیا۔

حضور ﷺ کے صاحبزادے قاسم کی وفات کے بعد جب آپ کے دوسرے بیٹے عبداللہ بھی وفات پاگئے تو ابو لہب فرط مسرت میں دوڑتا ہوا دشمنان اسلام کو یہ خوشخبری سنائی کہ محمدؐ بے نام ونشان ہوگئے۔ جس پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو تسلی دی کہ آپؐ نہیں آپ کے دشمن بے نام ونشان ہیں۔ ان شانئک ھو الابتر۔ جس کی تفصیل آگے آئیگی۔ حضور

ﷺ جہاں بھی اسلام کی دعوت دینے جاتے ابولہب آپ کے پیچھے لگا رہتا۔لوگوں کو آپ کی باتیں سننے نہ دیتا اور کہتا یہ جھوٹا ہے۔شعب ابی طالب میں محصور ہونے کے دوران لوگوں کو سختی کے ساتھ اپنے خاندان کی امداد سے روکتا۔تاجروں سے کہتا کہ ان محصورین کو مہنگی قیمت پر سامان فروخت کرو۔اتنی مہنگی کہ یہ نہ خرید سکیں۔تمہاری تجارت کا خسارہ میں پورا کروں گا۔ابولہب کے اسی کردار کی وجہ سے قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اس کا اور اس کی بیوی کا نام لے کر برائی بیان فرمائی اور اس کے لئے علاج کا اظہار فرما کر اس کے بُرے انجام کی پیشن گوئی فرمائی۔اور یہ پیش گوئی حرف بحرف پوری ہو کر جہاں قرآن کریم کے کلام الٰہی ہونے کا ثبوت میسر آیا۔وہاں یہ بھی ثابت ہوگیا کہ حضو ﷺ سچے نبی تھے۔اور انہیں براہ راست اللہ کے ہاں سے جو کچھ کہا جاتا تھا وہ پورا ہوتا تھا۔

ابولہب کی بیوی ام جمیل ابوسفیان کی بہن تھی وہ ابولہب سے بھی زیادہ دشمنی میں تیز تھی وہ گھر میں جھاڑو دے کر کوڑا حضورؐ کے صحن میں پھینک دیتی اور حضورؐ کے راستہ میں کانٹے بچھاتی تھی جس سے آپ کے پاؤں مبارک الجھ جاتے اور کانٹوں سے زخمی ہوتے۔چنانچہ اسے بھی اسی سورۃ لہب میں غصے کا نشانہ بنا کر فرمایا گیا کہ وہ چغل خور گلے میں رسی کے ذریعے پھانسی پائے گی۔جو کھجور کی چھال سے بنی ہوگی۔

ابولہب اور اس کی بیوی کا انجام:

سورۃ ابولہب میں پیش گوئی فرمائی گئی کہ ابولہب کے دونوں ہاتھ ہلاک ہوئے'' جس نے حضو ﷺ کو تبالک لھذا اجمعیتنا ''تم پر ہلاکت ہو تم نے اسی لئے جمع کیا ہے۔'' وہ واقعی ہلاک ہوا۔جنگ بدر میں جب قریش کے بڑے بڑے سردار مارے گئے جو ابولہب کے پائے کے لوگ تھے تو ابولہب جنگ بدر میں قریش کی عبرتناک شکست کا سن کر طاعون کا شکار ہوا اور ہفتہ بعد ہلاک ہوگیا۔عرب لوگ طاعون کے مریض اور مرض سے ڈرتے تھے۔اس لئے کوئی بھی ابولہب کے قریب نہ گیا' نہ بیوی نہ بچے بچیاں۔میت سے بدبو اٹھنے لگی اور لوگوں کے طعنوں اور طنزوں سے بیٹوں نے حبشیوں کے ذریعے میت کو پاؤں میں رسی ڈال کر گھسیٹا اور کہیں بے گور و کفن پھینک دیا۔ایک روایت یہ ہے کہ جس کمرے میں اس کی لاش پڑی ہوئی تھی' اس کی چھت گرا کر ملبے تلے میت دبا دی گئی' نہ کفن ہوا نہ دفن ہوا۔اللہ نے فرمایا کہ ہلاک ہوئے ابولہب کے دونوں ہاتھ۔اس کی اولاد اور کمائی اس کے کام نہ آئی۔وہ ابولہب جو حضو ﷺ کے بیٹے کی وفات پر بے نام ونشان ہونے کی خوشخبری سناتا پھرتا تھا۔مرتے وقت بے نام ونشان مرا' نہ سرداری کام آئی نہ دولت اور نہ اولاد نے ساتھ دیا۔۔ ہے قرآن کریم کے کلام الٰہی ہونے کی صداقت اور حضو ﷺ کے دعویٰ رسالت کی واقعاتی سچائی۔سورہ لہب میں ابولہب کی بیوی کے گلے میں رسی کا اس کی پھانسی کی صورت میں ہلاکت بھی اسی صداقت اور سچائی کی واقعاتی شہادت ہے۔کہ وہ لکڑیوں کا گٹھا سر پر رکھے آرہی تھی کہیں سستانے کو رکی گٹھا اونچائی پر رکھ دیا جب جانے کا ارادہ کیا تو لکڑیوں کا گٹھا سر سے پھسل کر پشت پر آلگا۔گٹھے کی رسی گلے میں پھنس گئی' پشت پر بھاری گٹھے کے وزن سے رسی کھنچ کر پھانسی کا پھندا

بن گئی۔فی جیدھا حبل من مسد کی جیتی جاگتی تصویر بن گئی اور واقعاتی شہادت قائم ہوگئی۔

استہزائیہ کمیٹی کے ارکان کا انجام:

حضور ﷺ کی بعث کے ابتدائی ایام و ماہ میں دوسری اذیتوں اور رکاوٹوں کے ساتھ آپؐ کے ساتھ توہین آمیز سلوک کے لئے کمیٹی بنائی گئی۔اور یہ تلنگے اور کمینے قسم کے افراد پر مشتمل تھی جو حضور ﷺ کے ساتھ مذاق کرتی، نقلیں اتارتی ہتک آمیز آوازے کستی تاکہ انہیں جو صادق و امین ہونے کی وجہ سے جو سماجی احترام حاصل تھا وہ نہ رہے اور آپؐ بد دل ہو کر دعوت دین کا کام ترک کردیں۔ظاہر بات ہے کہ کوئی بھی شریف آدمی چند ایسے کمینے لوگوں کی کمینگی پر کڑھتا ہے۔ حضور ﷺ کی بھی دل آزاری ہوتی تھی۔چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انہیں تسلی و دلاسے کے طور پر فرمایا:

فاصدع بما تومئر انا کفینک المستھزئین۔ آپؐ اپنی رسالت کا فریضہ انجام دیتے رہیں جس کیلئے آپ کو مبعوث فرمایا گیا ہے۔رہا استہزأ اور ٹھٹھے بازوں کا معاملہ تو اس کے لئے ہم کافی ہیں۔چنانچہ اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ پورا ہوا او راستہزأ اور ٹھٹھے بازوں کا انجام اسی وقت دیکھا گیا جو انتہائی عبرتناک ہوا۔

استہزائیہ کمیٹی کے ارکان:

اسود بن عبدالمطلب، عاص بن وائیل، حارث بن قیس، اسود بن یغوث سربراہ تھے۔اور ساتھ دوسرے بھی کمینے اور رزیل و تلنگے قسم ہوں گے۔اسود بن عبدالمطلب حضور ﷺ کی نقلیں اتارتا تھا۔مزاحیہ روپ دھارتا، حضور ﷺ کی نعوذ باللہ تحقیر اور لوگوں کی ہنسی کا ذریعہ بنتا تھا۔ہوا یہ کہ ایک دفعہ کسی درخت کے نیچے سے سو کر اٹھا تو آنکھوں میں کانٹے چبھنے لگے، تکلیف کی شدت سے روتا اور تڑپتا رہا اور اسی تڑپ تڑپ میں ہلاک ہوگیا ہے۔

عاص بن وائیل: حضور ﷺ پر فقرے کستا، مذاق اڑاتا رہتا، ایک دن گدھے پر جارہا تھا کہ ٹھوکر لگی تو گدھے کی گردن و سر سے لڑھک کر کنویں میں جاگرا وہاں زہریلا بچھو تھا جس نے ڈس لیا۔اس کے زہر سے سارا بدن سوج گیا اور اسی تکلیف میں جہنم رسید ہوا۔

حارث بن قیس کے ساتھ بھی اس کے استہزا اور حضور ﷺ کے ساتھ مسخرے پن کی سزا یہ ملی کہ پیٹ میں زرد پانی بھر گیا جو اس کے منہ کے راستے بہتا لوگوں کی نفرت کا شکار ہو کر تڑپ تڑپ کر ہلاک ہوا۔

اسود بن یغوث: حضور ﷺ کی نقلیں اتارتا، منہ چڑاتا منہ بگاڑ کر آپ کا تمسخر اڑاتا۔خدا کی غیرت جوش میں آئی تو زہریلی ہوا سے چہرہ ایسا بگڑا کہ شناخت کے قابل نہ رہا شکل بدل کر یہ ہوگئی کہ گھر والے بھی نہ پہچان سکے چنانچہ خود اپنے گھر والوں نے گھر میں گھسنے نہ دیا اور اپنے گھر کی دہلیز پر ہلاک ہوا۔

اللہ تعالیٰ کا وعدہ حضور ﷺ کے ساتھ پورا ہوگیا۔فاصدع بما تؤمر انا کفینک المستھزئین۔ آپ اپنا فریضہ نبوت ادا کیجئے جس کے لئے آپ کو مبعوث کیا گیا۔ہم آپ کے ساتھ ٹھٹھے سے نبٹ لیں گے۔مستہزئین کا

عبرتناک انجام قرآن کی سچائی اور آپ کی رسالت پر ناقابل تردید دلیل ہے کہ آپ سچے تھے کہ قرآن کریم کا کہا پورا ہو کر رہا؟

رفع ذکر کی خوشخبری:

حضور ﷺ کے صاحبزادے قاسم کی وفات کے بعد جب عبداللہ فوت ہوئے تو ابولہب خوشی سے بغلیں بجاتا ہوا دشمنان اسلام کے پاس پہنچا اور حضور کے ابتر' بے نام ونشان رہ جانے کی خوشخبری سنائی تو ابولہب کا انجام یہ ہوا کہ بے گور و کفن مرا اور اسکے دست و باز اس کے کام نہ آئے' اس کی بیٹی درہ ہجرت کر کے مدینہ آئی اور مسلمان ہوئی۔ دو بیٹے عتبہ اور معتیب رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عباسؓ کے ذریعہ مسلمان ہوئے اور حضور ﷺ کے دست و بازو بنے۔ اور ما اغنیٰ عنہ مالہ' وما کسب کی پیشن گوئی درست ثابت ہوئی۔ جب ابولہب نے آپ ﷺ کو ابتر کہا تو اللہ تعالیٰ نے سورۃ الم نشرح کے ذریعہ آپ کی تسلی فرمائی۔ الم نشرح لک صدرک و وضعنا عنک وزرک الذی انقض ظھرک ورفعنا لک ذکرک الخ کہ آپ کا ذکر بلند ہو کر رہے گا۔

ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جبرئیلؑ میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ میرا رب اور آپ کا رب پوچھتا ہے کہ اس نے کس طرح آپ کا ذکر بلند فرمایا'' میں نے جواب دیا اللہ بہتر جانتا ہے' تو جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا' اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے نام کے ساتھ آپ کا نام بلند ہوگا۔ چنانچہ حضور ﷺ کا ذکر مشرکین مکہ کی منفی کوششوں سے بھی پھیلا کر وہ آپ ﷺ کے خلاف پراپیگنڈہ کرتے۔ جادوگر کہتے' جس کے نتیجے میں سننے والوں کا تجسس بڑھتا جب وہ لوگ آپ سے ملتے آپ کے اخلاق و شریفانہ سلوک و کریمانہ و مشفقانہ کردار سے متاثر ہوتے تو اپنے قبائل میں جا کر حضور ﷺ کے ذکر کی وسعت کا سبب بن جاتے۔

رفع ذکر کا مثبت انداز:

جب آپ ﷺ مدینہ تشریف لائے اسلامی معاشرہ اور سوسائٹی بن گئی تو دور دور تک وفود تشریف لاتے اور متاثر ہو کر چلے جاتے جہاں پورے جزیرۃ العرب میں آپ محترم و محبوب ہستی کی حیثیت سے شہرت پا گئے۔ اور آپ کا ذکر پھیلتا چلا گیا' ہر گھر میں آپ کا چرچا تھا اور ہر زبان پر آپ کا ذکر تھا۔ قرآن کریم نے آپؐ کے ذکر کی بلندی کی پیشگوئی اس وقت کی تھی جب کلمہ توحید کا پڑھنا' مسلمان ہونے کا اعلان کرنا موت کو دعوت دینے کے مترادف تھا اور انگارے ہاتھ میں لینے کے برابر تھا۔ مگر پھر آپؐ پر درود وسلام دنیا کے ہر گوشے میں پڑھا جاتا ہے۔

جہاں تک اللہ کے نام کے ساتھ حضور ﷺ کے نام کی بلندی کا تعلق ہے تو وہ ''اذان'' ہے۔ امریکہ کا رہنے والا ایک مغربی فکر Reply کو علمی عجائبات ونوادرات کی دریافت کا جنون تھا لندن اور امریکہ کے اخبارات ورسائل میں اس کے علمی نوادرات شائع ہوتے رہتے تھے۔ اس کا مذاق اڑایا جاتا تھا مگر واقعات کی دنیا میں اس کی تحقیق سچی ہوتی تھی۔ ایک

مرتبہ اس پر یہ جنون سوار ہوا کہ دنیا میں ایسی آواز کا کھوج لگایا جائے جو ساری دنیا میں بلند بھی ہو اور سنی بھی جائے اور وہ آواز ایک ہی ہو صوتی لحاظ سے بھی اور لفظی اعتبار سے بھی۔ چنانچہ اس نے ریلوے کی وسل کے متعلق بھی سوچا۔ پھر خیال آیا کہ مذہبی مناجات پر غور کیا جائے مگر یہ بھی لفظی وصوتی اعتبار سے بلند نہ تھی اور یکساں بھی نہ تھیں۔ چنانچہ وہ پھرتا پھراتا ہندوستان کے شہر کلکتہ آ گیا۔ یہ ۱۹۳۵ء کا سال تھا اس وقت مولانا ابوالکلام آزاد قرآن کریم کی تفسیر لکھ رہے تھے۔ انہی دنوں روزنامہ ہند کے ایڈیٹر مولانا عبدالرزاق ملیح آبادی کو بھی اسلام کی صداقت کے عقلی دلائل جمع کرنے کا شوق تھا۔ Reply' ریپلے کی آمد اور اس کے تحقیقی مشن کی خبر اخبارات میں چھپی۔ ریپلے اپنی تحقیق کے لئے ہندو مذہب کی طرف متوجہ تھا اور سب سے زیادہ سنی جانی والی کی تلاش ہندو مذہبی عالم سے ملنا چاہتا تھا۔ مگر سنسکرت کے ایک عالم کا پول ریپلے کے ایک سوال پر کھل گیا۔ ریپلے نے اس سے پوچھا۔ ہندوستان میں مندروں کی تعداد کتنی ہے؟ عبادت کے اوقات کیا ہیں؟ اور طریقے کیا ہیں؟ تو پنڈت لاجواب ہوگیا۔ پنڈت سے مایوس ہوکر ریپلے مولانا احمد الدین ہرولی اور مولانا عبدالرزاق ملیح آبادی کی طرف متوجہ ہوا۔ اور کہا کہ

''میں ایسی آواز کی تلاش میں ہوں جو دنیا میں سب سے زیادی سنی جاتی ہو۔ انسانوں کی آوزیں' جانوروں کی آوازیں ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ اب اسی پہلو پر تحقیق کر رہا ہوں کہ دنیا کے مختلف ممالک اور مذاہب میں کوئی مناجات کوئی حمد ونعت مل جائے جو بین الاقوامی لحاظ سے عام ہو۔ چنانچہ دنیا کے چار بڑے مذاہب' عیسائیت' بدھ مت' ہندو دھرم اور اسلام کا جائزہ لے رہا ہوں۔ عیسائی مذہب کی مناجات ایک دوسرے سے مختلف ہیں' بدھ مت میں یکسانیت ہے مگر ان کی اونچی آوازیں پہلے نمبر پر نہیں۔ اسلام کے متعلق فی الحال کسی نتیجہ پر نہیں پہونچا۔ اسلامی ممالک اور مسلمانوں میں عبادات عربی میں ہوتی ہے مگر عبادتیں مختلف ہیں جنہیں ایک آواز نہیں کہا جاسکتا''

ریپلے کی یہ تفصیل سن کر پروفیسر احمد الدین اور مولانا عبدالرزاق ملیح آباد نے فیصلہ کرلیا کہ ہم اسلام کی عالمگیریت منوا کر چھوڑیں گے۔

مولانا عبدالرزاق ملیح آبادی' مصر' فلسطین' شام عرب اور قسطنطنیہ میں رہ چکے تھے۔ انہوں نے اخباری رسائل کے ذریعہ پتہ چلایا کہ ان ممالک میں مساجد کی تعداد ڈیڑھ لاکھ ہے اور ہندوستان میں اس وقت یہ تعداد ایک لاکھ تھی۔ ان دنوں حسین شہید سہروردی کے چچا حسان سہروردی کلکتہ یونیورسٹی کے وائس چانسلر تھے انہوں نے مشورہ دیا کہ آپ عبادات اسلامی کی بجائے اذان پر توجہ دیں کیونکہ اذان بلند بھی ہے یکساں بھی ہے اور ہر جگہ سنی بھی جاتی ہے۔ چنانچہ ان کے مشورہ پر مولانا عبدالرزاق ملیح آبادی اور پروفیسر احمد الدین نے ہز ماسٹر وائس کمپنی سے معاہدہ کیا جو گانے ریکارڈ کرتی تھی۔ یہ معاہدہ اگرچہ اس وقت بہت مہنگا تھا' مگر دو دنوں کے اندر اندر بیس مساجد کی آذانیں ریکارڈ ہوگئیں جو ایک دوسرے سے سینکڑوں میل دور تھیں۔ جب مسٹر ریپلے کو ان آوازوں کے ریکارڈ سنائے گئے تو وہ خوشی سے اچھل پڑا اور اس پر یہ حقیقت

ثابت ہوگئی کہ اذان کی آواز دنیا میں سب سے زیادہ سنی بھی جاتی ہے اور اونچی بھی اور ادھر اللہ تعالیٰ کا فرمان اور پیشن گوئی بھی سچی ثابت ہوئی کہ ورفعنالک ذکرک کہ ''اے نبی میں آپ کی آواز کو اپنے نام کے ساتھ بلند کروں گا''

ریپلے اسی وقت امریکہ روانہ ہوا اور اپنی شہرہ آفاق کتاب کی دوسری جلد 'مانو یا نا مانو۔ مرتب کر کے شائع کر دی' جس میں اس نے تمام مساجد کے اعداد و شمار اذانوں کے اوقات اور ان کی لفظی صوتی یکسانی اور بلندی ثابت کر دی' ولذکر اللہ اکبر۔ اللہ کا ذکر بہت اور بلند ہے۔ اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد ان محمد رسول اللہ ایک ساتھ لئے جا رہے ہیں۔ اور یہ واقعاتی حقیقت وشہادت اللہ کے کلام کی صداقت اور حضور ﷺ کی رسالت کی سچائی پر ایسی گواہی ہے جیسے دنیا کا کوئی شخص بھی خواہ اسلام کا کٹر دشمن ہی کیوں نہ ہو تسلیم کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ آج سائنسی ایجادات لاؤڈ اسپیکروں میں کہی جانے والی یہ آواز اپنی وسعتوں اور بلندیوں میں اور بھی بلند ہو کر وسیع سے وسیع تر ہو گئی ہے جسے کائنات کا ذرہ ذرہ سنتا ہے اور مطالع کے اختلاف سے ثابت کیا گیا ہے کہ آذان کی یہ آواز ساری دنیا میں چوبیس گھنٹے گونجتی رہتی ہے

دنیا میں حضور ﷺ کے ذکر کی بلندی اور ان کے نام کے باقی رہنے کو ایک اور پہلو سے دیکھئے کہ آپؐ کے بیٹوں قاسم اور عبداللہ کی وفات پر مشرکین مکہ نے خوشی ومسرت کا اظہار کیا تھا' اور ابولہب نے ان کے ابتر ہونے کا چرچا کیا تھا۔ اس کی انہی بے نام ونشانی کا ذکر پہلے گزر چکا ہے کہ ما اغنی عنہ مالہ وما کسب کہ اس کی سماجی ومالی حیثیت اس کے کام نہ آئی اور نہ اولاد نے ساتھ دیا کہ اس کی اولاد حضور ﷺ کے دست و بازو بنی اور وہ بے گور وکفن جہنم رسید ہوا۔ اولاد سے محرومی کے طعنوں اور طنزوں سے آپ کی دل آزاری ہوتی تھی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے سورہ کوثر کا نزول فرما کر اللہ تعالیٰ نے آپ کی دل جوئی فرمائی کہ ان شانئک ھو الابتر تمہارے دشمن بے نام ونشان ہوں گے۔ تو آپؐ نے اپنی زندگی میں اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ دس ہزار کا اسلامی لشکر ہجرت کے آٹھ سال بعد مکہ پہنچا اور مکہ فتح ہوا تو سرداران مکہ اور مشرکین مکہ کا کوئی حامی ومددگار نہ تھا اور آپ کے دشمنوں کا غرور خاک میں مل کر وہ بے نام ونشان ہو کر رہ گئے۔ ان کی نسلیں مٹ گئیں آج ابولھبی اور ابوجہلی کے نام سے کوئی مرد دنیا پر موجود نہیں۔

اس کے برعکس حضور ﷺ کی اولاد واہل بیت دنیا بھر میں موجود ہے ان پر درود بھیجا جاتا ہے کروڑوں مسلمان آپؐ کی نسبت پر فخر کرتے ہیں۔ کتنے ہی لوگ آپؐ کے ساتھیوں کی نسبی ونسبتی تعلق پر نازاں ہیں۔ سیدوں کی تعداد کے علاوہ آپ کے صحابہ کرام اور خلفاء راشدین کی نسبتوں سے صدیقی ہیں' فاروقی ہیں' عثمانی ہیں' علوی ہیں' زبیری ہیں' عباسی ہیں' ہاشمی انصاری ہیں مگر پورے کرہ ارض پر ابولہبی اور ابوجہلی نہیں ملے گا۔ تاریخ گواہ ہے کہ ''ابتر'' آپؐ کے دشمن ہوئے اور ان شانئک ھو الابتر'' کی حقیقت آپ کی صداقت رسالت اور کلام الٰہی کی سچائی پر گواہ ہے۔

یہ بھی حضور ﷺ کے پیروکاروں' جاں نثاری تک کو خداوند تعالیٰ نے زندہ جاوید کر دیا' ابوحنیفہؒ' امام حنبلؒ' امام شافعیؒ' امام مالکؒ' امام بخاریؒ' خواجہ اجمیریؒ جن کے بارے میں پروفیسر ارنلڈ نے لکھا ہے کہ ایک شخص صدیوں

سے پڑا ہے مگر اب تک امام الہند' سلطان الہند کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ بابا فرید گنج شکر' زکریا ملتانی' نظام الدین اولیا' شیخ عبدالقادر جیلانی' مولانا قاسم نانوتوی' علامہ شبیر احمد عثمانی' دولت اور مرتبے سے زندہ نہیں بلکہ خدا کے ذکر کی وجہ سے زندہ جاوید ہیں اور رہتی دنیا تک زندہ رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ فاذکرونی اذکرکم تم مجھے یاد رکھو میں تمہیں یاد رکھوں گا۔ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کو یاد کیا وہ فرش کی بستیوں سے عرش کی بلندیوں تک پہنچ گئے۔

بندگانِ خدا' خدا نہ باشند	ولے از یادِ خدا جدا نہ باشند

آج ہم نے خدا اور اس کے پیارے رسول ﷺ کا دامن چھوڑ کر۔ امریکہ کو اپنا مشکل کشا اور نجات دہندہ سمجھ لیا ہے تو خداوند تعالیٰ نے بھی ہمارا ساتھ چھوڑ دیا ہے اور ہم پر کفر مسلط کر دیا ہے اور مسلمان دنیائے عالم میں عیسائیوں' یہودیوں اور ہندوؤں کے ہاتھوں لٹ رہے ہیں۔ مندرجہ بالا تمام تفصیلی واقعات سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کا دعویٰ رسالت اور ان پر اتری ہوئی کتاب قرآن کریم اور اس زبردست طاقت وحکمت والے خدا کا فرستادہ رسولؐ اور سچے خدا کا کلام سچا تھا۔ علمہ شدید القوی ذو مرہ فاستوی وھو بالافق الاعلی سے براہ راست فیض یافتہ تھے۔ وما علینا الا البلاغ (سیرت رسول ﷺ کا خطبہ جمعہ)

بقیہ : صفحہ ۱۱ سے : بہر کیف دشمنوں کے ذریعے عراق پر قبضہ ہر چند کہ انتہائی تکلیف دہ اور غم انگیز ہے اور یہ غم والم اس وقت تک باقی رہے گا' جب تک دشمن کا ناپاک سایہ وہاں سے زائل نہیں ہو جاتا' لیکن اس جنگ میں اسلام کو ہار جانے والا کہنا' یا امت مسلمہ کو بہ حیثیت مسلمان ہونے کے تہمت دینا' بالکل غلط ہے' امت مسلمہ' اس طرح کے معرکوں میں نہ فریق تھی نہ شکست سے دوچار ہوئی۔

امت مسلمہ کا سورج بالکلیہ غروب ہو جائے' ایسا نہیں ہو سکتا اسکی تاریخ بتاتی ہے کہ وہ زخم کھا کے پھر مسکرائی ہے' کچل جانے کے بعد پھر اٹھ کھڑی ہوئی ہے اسکا جھنڈا اگر کبھی ذرا سا جھکتا ہوا نظر آیا' تو پھر بلندی پر لہرانے لگا' وہ اگر پیچھے ہٹی ہے تو مزید تازہ دم ہو کر آگے بڑھی ہے وہ خدا کے آخری پیغام کی نمائندہ ہے' اسلئے اسی کی طرح جاوداں ہے۔

لہذا یہ کہنا صحیح نہ ہوگا کہ اسلام کی بیٹری ختم ہو چکی' یا اس کے دن لد گئے۔ یہ امت' ہر صدمے کے بعد زیادہ طاقتور ہوتی ہے ہر آزمائش کے بعد مزید پر اعتماد نظر آتی ہے' ماضی سے سبق لینا اس کا شیوہ رہا ہے' حالات وواقعات کا نشیب وفراز اس کے دست وبازو کو کمزور تو کر سکتا ہے' لیکن بالکلیہ توڑ نہیں سکتا' اسلام محض معجزات وکرامات کے ذریعے فتح تو نہیں پاتا' لیکن ان انسانوں کے ذریعے فتح پاتا رہا ہے اور فتح پاتا رہے گا' جن کے کارنامے زندہ معجزہ ہوا کرتے ہیں' جو کتاب اللہ وسنت رسول اللہ کے سانچے میں ڈھلے ہوتے ہیں اور جن کا تسلسل کم وبیش رہتی دنیا تک باقی رہے گا۔ انشاء اللہ

جناب محمد یونس میو
اسسٹنٹ پروفیسر' ڈسکہ

حفاظتِ دین میں فکرِ قاسمی کی اہمیت وضرورت

مولانا محمد قاسم نانوتوی (۱) ۱۲۴۸ھ/۱۸۳۲ء میں بمقام قصبہ نانوتہ (۲) ضلع سہارن پور میں پیدا ہوئے' مہینہ اور دن کے بارے میں اختلاف ملتا ہے' مولانا یعقوب نانوتوی (۳) لکھتے ہیں کہ ان کی پیدائش شعبان یا رمضان ۱۲۸۸ھ ہے (۴)۔ جناب محمد اقبال قریشی ہارون آبادی نے اپنے ایک مضمون میں اسی کو اختیار کیا ہے (۵)۔ مولانا یعقوب نانوتوی آپ کے بچپن کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ ''جناب مولوی صاحب لڑکپن سے ہی ذہین' طباع' بلند ہمت' تیز' وسیع حوصلہ' جفاکش' جری اور چست وچالاک تھے' مکتب میں اپنے ساتھیوں سے اول رہتے تھے' قرآن شریف بہت جلد حفظ کرلیا' خط اس وقت بہت اچھا تھا' نظم کا شوق اور حوصلہ تھا' اپنے کھیل اور بعض قصے نظم فرماتے اور لکھ لیتے تھے (۶)'' مولانا کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے ابتدائی تعلیم مکتبِ وطن مالوف سے حاصل کی۔ (۷) پھر ''دیوبند'' (۸) آئے اور یہاں مولوی مہتاب علی (۹) کے مکتب میں عربی شروع کی (۱۰) پھر دیوبند سے اپنے نانا (۱۱) کے پاس سہارنپور چلے گئے اور مولوی نواز صاحب سے بھی کچھ فارسی اور عربی کی ابتدائی تحصیل کی (۱۲) نانا کی وفات کے بعد مولانا مملوک علی نانوتوی (۱۳) کے ساتھ دہلی چلے آئے اور عربک کالج دہلی میں داخل ہوئے (۱۴) اور ۱۲۶۵/ ۱۸۴۸ء میں آپ اپنی عمر کے سترہویں سال میں اپنی تعلیم سے فارغ ہوچکے تھے (۱۵) تحصیل علم کے بعد ''مولانا احمد علی محدث سہارنپوری'' کے کہنے پر الجامع صحیح البخاری کے پانچ چھ پاروں کی تصحیح کی اور ان کا تحشیہ لکھا (۱۶) احناف پر امام بخاریؒ کے اعتراضات کا جواب اس حاشیہ کا اہم حصہ تصور کیا جاتا ہے۔ (۱۷) جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں جہاد پر فتویٰ دیا' تھانہ بھون اور شاملی کے محاذوں پر عملی جہاد کیا (۱۸) آپ کے ساتھیوں میں حافظ محمد ضامن شہید ہوئے' آپ زخمی ہوئے اور بعد ازاں وارنٹ گرفتاری جاری ہوئے (۱۹) مولانا تین دن روپوش (۲۰) رہنے کے بعد عازم حج ہوئے (۲۱) یہ ۱۲۷۷ھ/ ۱۸۸۰ء کا واقعہ ہے' ایک برس بعد واپس وطن آئے اور پھر دارالعلوم دیوبند کی بنیاد رکھی اور مدرسہ کے پہلے سرپرست مقرر ہوئے ۱۲۸۵ھ/ ۱۸۶۸ء میں چند رفقاء (۲۲) کے ہمراہ دوسرے حج کے لئے تشریف لے گئے (۲۳)۔ واپسی پر آپ کی زندگی کا ایک نیا دور شروع ہوا۔ یہ عیسائیوں اور ہندوؤں سے مناظرے اور علم الکلام کی بحثیں ہیں جن میں آپ کی زندگی کا بیشتر حصہ صرف ہوا (۲۴) شوال ۱۲۹۴ھ/ ۱۸۷۷ء میں تیسرے اور آخری حج کے لئے روانہ ہوئے۔

ربیع الاول ۱۲۹۵ھ/ ۱۸۷۸ء کے اول میں واپسی ہوئی۔ اسی سفر میں آپ مرض الموت میں مبتلا ہوئے (۲۵)

اس کے بعد آپ کی صحت مسلسل بگڑتی گئی اور ۴۹ سال کی عمر میں ۴ جمادی الاول ۱۲۹۷ھ/۱۸۸۰ء میں بروز جمعرات بعد نمازظہر اپنے خالق حقیقی سے جاملے (۲۶) ۔آپ کے جنازے میں بہت سے رجال الغیب شریک ہوئے جو جنازہ کے بعد دن میں نظر نہیں آئے۔ (۲۷)

مولانا کے عہد پر ایک نظر:

ہندوستان مین عیسائیت کی تبلیغ چوتھی صدی عیسوی سے جاری تھی (۲۸) لیکن اس کا منظم اور باقاعدہ آغاز ۱۸۱۳ء مین ایک بل کی منظوری کے بعد ہوا' انگلستان کی پارلیمنٹ میں ولبرفورس ممبر پارلیمنٹ کی کوشش سے ۱۸۱۳ء میں ایک بل پاس ہوا جس کی رو سے پادریوں کو عیسائیت کی تبلیغ کے لئے ہندوستان آنے کی اجازت دیدی گئی۔اس بل کا پاس ہونا تھا کہ یورپ اور امریکہ اور عیسائی دنیا سے تبلیغی وفود ہندوستان پہنچنا شروع ہو گئے اور ایک اندازے کے مطابق ۱۹۰۰ء سے قبل ہی ہندوستان میں بیالیس (۴۲) ایسے ادارے قائم ہوچکے تھے جو عیسائیت کے فروغ کے لئے ہر قسم کے موثر وسائل و ذرائع اختیار کرنا اپنا مذہبی' قومی اور سیاسی فرض خیال کرتے تھے (۲۹) ۔ولایتی اور دیسی پادریوں کی تعداد کے بارے میں سید محمد الحسنیؒ رقمطراز ہیں کہ ''دیسی پادریوں کے علاوہ جن کا کوئی شمار نہیں صرف نوسو (۹۰۰) ولائتی پادری تھے (۳۰)

ان پادریوں کے عزائم کیا تھے یہ جاننے کے لئے سرسید احمد خان کے رسالہ ''اسباب بغاوت ہند'' سے پادری اے ایڈمنڈ'' کے ایک خط کا تذکرہ ضروری معلوم ہوتا ہے جو اس سے سرکاری ملازمین کے نام تحریر کیا تھا۔سید صاحب نے اپنے رسالہ میں خاص طور پر اس خط کا حوالہ دیا ہے۔

''۱۸۵۵ء میں ''پادری ایڈمنڈ نے دارالامارت کلکتہ سے عموماً اور خصوصاً سرکاری معزز نوکروں کے پاس چھٹیاں (۳۱) بھیجیں جن کا مطلب یہ تھا کہ اب تمام ہندوستان میں ایک علمداری ہوگی ہے تار برقی سے سب جگہ کی خبر ایک ہوگی ہے' ریلوے سڑک سے سب جگہ کی آمدورفت ایک ہوگی مذہب بھی ایک چاہے اس لئے مناسب ہے کہ تم لوگ بھی عیسائی ایک مذہب ہوجاؤ (۳۲) ''

یہ ۱۸۵۵ء کا ذکر ہے پھر ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد حکومت برطانیہ نے عیسائیت کے سر پر ''اناولاغیری'' کا تاج رکھ دینے کا عزم صمیم کرلیا (۳۳) اس مقصد کے لئے اب تعلیمی اور علمی محاذ آراستہ ہوئے' عیسائیوں کا دیکھا دیکھی ہندوؤں کا مذہبی حمیت بھی بیدار ہوئی اور آخر کار یہ دونوں باطل دین حق کے مقابلے میں صف آراء ہوگئیں۔ لیکن اس بار علمی اور منطقی انداز اختیار کیا گیا' بحث ومباحثہ اور مناظرہ ومجادلہ کی راہ اختیار کی' مولانا محمد قاسم نانوتوی کے اولین سوانح نگار ارقام فرماتے ہیں۔کسی زمانہ میں دلّی میں پادریوں کے وعظ کا چرچا تھا کوئی اہل علم جس کا یہ کام تھا اسپر توجہ نہ کرتا تھا۔

مولانا کا علمی مقام ومرتبہ:

آخر مولانا محمد قاسم نانوتوی نے اپنے شاگردوں کو فرمایا کہ تم بھی کھڑے ہوکر بازار میں کچھ بیان کیا کرو (۳۴) شاگردوں نے حسب ارشاد پادریوں سے مباحثوں میں حصہ لینا شروع کردیا' آخر ایک باقاعدہ ومباحثہ طے پایا اور عیسائیوں نے ''پادری تاراچند'' کو اپنا وکیل مقرر کیا۔ مسلمانوں کے اصرار پر مولانا محمد قاسم نانوتوی مناظرے کے لئے تیار ہوئے۔ (۳۵) مولانا کی علمی خدمات کے حوالے سے یہ کہنا مناسب ہوگا' کہ آپ نے اپنی علمی خدمات کا آغاز ''تحشیہ بخاری'' کی تصنیف سے کیا' یہ کام آپ نے مولانا احمد علی سہارنپوری کی تحریک پر کیا' مولانا یعقوب نانوتوی اس حاشیہ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ مولوی صاحب نے اس کو ایسا لکھا کہ اب دیکھنے والے دیکھیں کہ اس سے بہتر اب کیا ہوسکتا ہے (۳۶) ''اس تحشیہ کے وقت مولانا کی عمر صرف اکیس سال تھی' بہرحال بات ہورہی تھی مناظرہ اور پادری تارہ چند کی مولانا یعقوب نانوتوی مناظرہ دلی کی روئیداد بیان کرتے ہوئے لکھتے کہ مولانا بے کسی کی صورت بنائے ارا پنا نام چھپا جا موجود ہوئے' ایک پادری تاراچند نام تھا اس سے گفتگو ہوئی آخر وہ بند ہوا اور گفتگو سے بھاگا۔ (۳۷) اس مباحثہ کی تفصیل معلوم نہیں ہوسکی' مولانا مناظر احسن گیلانی نے اتنا لکھا ہے ''پادری رٹے رٹائے اعتراضات کی فہرست جیسا کہ دستور تھا' اسی کا آموختہ سنانے لگا مولانا نے جوابی تقریر ختم کی تو مجلس پر سناٹا چھایا ہوا تھا۔ (۳۸) یہ واقعہ تقریباً ۱۲۸۸ھ/ ۱۸۶۹ء کا معلوم ہوتا ہے اس کے سات سال بعد' ۸ مئی ۱۸۷۶ء میں ''میلہ خداشناسی'' بمقام چاند پور (شاہ جہانپور) منعقد ہوا جس کی غرض وغایت ہی تحقیق مذہبی تھی۔ (۳۹) مناظرہ کے فریقین' عیسائی' ہندو اور مسلمان تھے۔ (۴۰) پہلے ہندوؤں' پھر عیسائیوں اور آخر میں مسلمانوں کے نمائندہ مولانا محمد قاسم نانوتوی نے تقاریر فرمائی۔ (۴۱) بعد ازاں یہ تقاریر ''گفتگوئے مذہبی یا میلہ خداشناسی کے نام سے ایک کتاب کی شکل میں منضبط کردی گئیں'' اس کتاب کا موضوع اصولِ دین کی حقانیت ہے اول مرتبہ محمد ہاشم علی مہتمم مطبع ہاشمی میرٹھ سے شائع ہوئی۔ یہ کتاب بے کم وکاست روایت کی گئی ہے البتہ بعض مضامین مجمل کی تفسیر کرکے سہولت فہم کے پیش نظر مفصل بھی لکھ دیا گیا ہے۔ (۴۲) پاکستان میں اول مرتبہ جناب محمد رضی عثمانی نے دارالاشاعت' کراچی سے شائع کیا ہے' کراچی ہی سے میر محمد کتب خانہ آرام باغ نے مع نادر رسائل (مولانا محمد قاسم نانوتوی) کے شائع کیا ہے۔

''حجۃ الاسلام'' مولانا کی ایک اہم تصنیف ہے جس کا موضوع بھی علم الکلام کے مباحث ہیں۔ یہ کتاب آپ نے میلہ خداشناسی (۱۸۷۶ء) کی تیاری کے ضمن میں نہایت عجلت سے ایک روز اور کسی قدر شب میں تحریر فرمائی۔ (۴۳) مولانا محمود الحسن نے اس کتاب کا مقدمہ تحریر کیا اور مولانا فخر الحسن گنگوہی نے اس کا نام ''حجۃ الاسلام'' رکھا اور اول بار شائع کیا۔ (۴۴) بعد ازاں یہ کتاب مولانا اشتیاق صاحب کی تسہیل وشرح کے ساتھ ''دیوبند'' سے شائع ہوئی' یہ نسخہ جامعہ اشرفیہ لاہور کی ''الصیانہ (۴۵) ' لائبریری میں محفوظ ہے' پاکستان میں دارالاشاعت' کراچی اور مکتبہ قاسم العلوم کراچی سے بھی شائع

ہوتی رہی ہے۔ مولانا صوفی عبدالحمید سواتی (۴۶) نے گوجرانوالہ سے اس کا عربی ترجمہ بھی شائع کیا ہے (۴۷)۔ کتاب کے آغاز میں بطور مقدمہ کے مولانا محمد قاسم نانوتوی کی علمی خدمات کا اعتراف کیا ہے یہاں مولانا سواتی نے آپ کی بتیس (۳۲) کتب کا تذکرہ کیا ہے' تحفظ دین کے باب میں مولانا کی ایک اور علمی کاوش ''مباحثہ شاہجہانپور'' کے نام سے شائع ہوئی' یہ تقریباً بیانوے (۹۲) صفحات پر مشتمل ایک دقیق بحث ہے۔ یہ دراصل یہ ''میلہ خداشناسی'' کا تسلسل ہے' ۸ مئی ۱۸۷۶ء کو عیسائی پادری اور ہندو پنڈت مولانا کی تقاریر سے عاجز ہوئے۔ مولانا محمد قاسم نانوتوی نے عقائد کی اہمیت' عقیدہ توحید' معبود حقیقی پر دلائل اور تثلیث کے بطلان پر دلائل پیش کئے ہیں۔ جس کے جواب میں پادری نولس فقط اتنا کہہ سکا کہ واقعی مسلمانوں کی توحید بہت عمدہ ہے' پر کاش اس کے ساتھ تثلیث بھی ان کا اعتقاد ہوتا (۴۸)۔ موتی میاں جو منشی مباحثہ تھے کا بیان ہے کہ ''پادری کہتے تھے کہ گو یہ مولوی صاحب (مولانا محمد قاسم نانوتوی) ہمارے خلاف کہتے تھے پر انصاف کی بات ہے کہ ایسی تقریر اور ایسے مضامین ہم نے نہ سنے تھے ادھر مولوی احمد علی نے بتایا کہ پادری باہم کہتے تھے ''آج ہم مغلوب ہو گئے (۴۹)۔

مولانا مناظر احسن گیلانی نے بھی کچھ ایسی ہی روایات نقل فرمائی ہیں۔ مثلاً ہندوؤں کا تاثر یہ تھا کہ ''یہ مولوی صاحب کوئی اوتار ہوں تو ہوں۔ (۵۰) عیسائیوں اور ہندوؤں نے اس علمی حزیمت اور خفت کے ازالہ کے لئے ۱۹۔۲۰ مارچ ۱۲۹۲ھ/ ۱۸۷۷ء کو شاہجہانپور میں ایک مناظرانہ نشست ہوئی جس میں بڑے بڑے پادری (۵۱)' اور پنڈت (۵۲) شریک ہوئے۔ مولانا محمد قاسم نانوتوی بھی علماء اسلام کی ایک تعداد کے ساتھ شریک گفتگو ہوئے۔ یہ جلسہ دو دن جاری رہا' جس میں مولانا نے مسلمانوں کی طرف سے سات تقریریں کیں بعد ازاں یہ بحث مباحثہ شاہ جہانپور ۱۸۷۷ء کے نام سے مشہور ہوئی۔ پنڈت سوامی دیانند سرسوتی اپنے منطقیانہ اور فلسفیانہ استدلال میں مشہور تھا' اس نے ہندومت کے احیاء کے لئے ایک رسوا زمانہ کتاب ''سیارتو پرکاش'' (۴۹) لکھی۔ یہ صاحب ۱۸۷۸ء میں روڑکی پہنچا اور میدان خالی دیکھ کر خوب زبان درازی کی' اہل روڑکی نے مولانا محمد قاسم کی خدمت میں خطوط لکھے آپ بیماری کی وجہ سے سفر سے معذور تھے' چنانچہ آپ نے فخر الحسن گنگوہی' مولانا محمود الحسن دیوبندی اور حافظ عبدالعدل کو روڑکی روانہ کیا' لیکن پنڈت صرف آپ سے مناظرہ کرنے پر مصر تھا' چنانچہ آپ ان حضرات کے ہمراہ روڑکی پہنچے اب پنڈت نے حیلے بہانے تراشنے شروع کر دیئے۔ خط و کتابت شروع ہوئی' تو آخر الامر تحریر میں بھی گھبرا گئے اور کہلا بھیجا کہ ''مولوی جی تو بہی کھاتہ لکھ بھیجتے ہیں' ہم سب (پنڈت) جانچتے جانچتے تھک جاتے ہیں۔ ہمارے سارے کام بند ہو گئے۔ آج سے ہمارے پاس کوئی تحریر نہ آئے۔ ہم ہرگز جواب نہ دیں گے۔ (۵۴) مختصر یہ کہ پنڈت سرسوتی نے عام مجمع میں مباحثہ سے انکار کر دیا' ادھر حکومت نے چھاؤنی کی حدود میں بحث پر پابندی لگا دی' پنڈت کو بہانہ ہاتھ آ گیا' مولانا کوٹھی میں نہ جا سکتے تھے اور پنڈت انگریزی سپاہیوں کی جرأت و حفاظت سے یا پھر نہ آنا چاہتے تھے۔ (۵۵) بہرحال مولانا نے تین دن تک سر عام پنڈت کے اعتراضات کا جواب دیا۔ (۵۶)

مولانا نے ان تقاریر کو مع اعتراضات کے ایک رسالہ ''اختصار الاسلام'' کی صورت میں منضبط کر دیا۔ پنڈت سرسوتی کے یہ سوالات منطق، فلسفہ، علم الکلام کے علاوہ جدید سائنس سے متعلق ہیں، ان اعتراضات پر ایک نظر ڈالنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کا جواب ایک ماہر علم الکلام ہی دے سکتا ہے۔ مولانا محمد قاسم نانوتوی نے ہر سوال کا نہایت تفصیل سے جواب دیا ہے، مناسب ہوگا کہ یہاں اجمالاً پنڈت سرسوتی کے ان اعتراضات کو بیان کر دیا جائے۔ پہلا اعتراض اللہ تعالیٰ کی قدرت مطلقہ کے بارے میں ہے، کہ ''خدا قادر مطلق ہے لیکن وہ اپنے آپ کو مار نہیں سکتا نہ چوری کر سکتا ہے۔ اس لئے وہ قادر مطلق نہیں ہے'' دوسرا اعتراض ''شیطان کے خارجی وجود سے ہے'' تیسرا سوال احکام خداوندی میں نسخ سے متعلق ہے۔ پنڈت کا کہنا ہے کہ ''خدا کے احکام میں نسخ خلاف عقل ہے اس کے معنی تو یہ ہوتے ہیں کہ خدا نے بے سوچے آج کچھ کہہ دیا کل کو جب کوئی خرابی دیکھی تو حکم بدل دیا'' چوتھا اعتراض ارواح کی تعداد اور تناسخ سے متعلق ہے۔ پنڈت کا کہنا ہے کہ ارواح کی تعداد ساڑھے چار ارب ہے وہ جزا و سزا میں تناسخ کا قائل ہے۔ اسی طرح وہ برزخ پر معترض ہوا ہے، مولانا نے اس اعتراض کے سلسلہ میں مستقل کتاب تحریر فرمائی۔ آب حیات آپ کی مشکل ترین کتاب تصور کی جاتی ہے، اس کا مرکزی موضوع ''حضورؐ کی برزخی زندگی ہے'' پنڈت کہتا ہے کہ یہ خلاف عدل ہے بلکہ جزا و سزا بطور تناسخ بعد انتقال فوراً مل جاتی ہے، اسی بحث میں وہ یہ بھی کہتا ہے کہ ''مسلمانوں کا فلسفہ تو یہ ہے کہ ان کے گناہ توبہ و تائب کی بدولت معاف ہو سکتے ہیں، یہ غلط ہے، ہر فعل کی جزا یا سزا بطور تناسخ ضرور ملتی ہے، سزا معاف نہیں ہو سکتی، کیونکہ یہ خلاف عدل ہے، پنڈت کا ایک اعتراض میٹ (Meat گوشت) پر ہے، مسلمان جو گوشت کھاتے ہیں تو وہ حلال کر کے کھاتے ہیں سو اگر یہ جانور دعا کے پڑھنے سے حلال ہو جاتے ہیں تو سب جانور حلال ہو سکتے ہیں، اور اگر دعا کے پڑھنے سے حلال نہیں ہوتے تو خود مرا ہوا حلال کیوں نہیں ہوتا۔ حلت و حرمت سے متعلق ہی ایک سوال شراب، شراب طہور اور جنت کی نہروں پر بھی کیا گیا ہے۔ آپ نے اس سوال کے جواب میں بھی ایک مستقل رسالہ ''تحفۂ لحمیہ'' لکھا جس میں گوشت خوروں کو عقلاً و نقلاً ثابت کیا ہے، یہاں بنیادی بحث یہ ہے کہ کیا جانوروں کا ذبح کرنا ظلم ہے؟ جانوروں کی حلت و حرمت کے علاوہ دیگر اعتراضات پر بھی بحث کی گئی ہے۔ مولانا کی ایک دوسری کتاب ''حجۃ الاسلام'' کے آخر میں بھی یہ بحث بڑی تفصیل سے آئی ہے، پنڈت کا ایک اعتراض یہ ہے کہ ''مسلمان مردے کو دفن کر کے زمین کو ناپاک کرتے ہیں اس لئے جلانا بہتر ہے''

غرض مولانا محمد قاسم نانوتوی نے ان تمام اعتراضات کا علمی و تحقیقی کا جائزہ لیا ہے، اور نہایت متکلمانہ اسلوب میں ہر اعتراض کو نقلی اور عقلی پیرایہ میں موضوع بحث بنایا ہے، پھر سوال کے دو جوابات ہیں ایک مشکل اور ایک آسان، مولانا فخر الحسن نے ان تمام جوابات کو مع اعتراضات کا اختصار الاسلام'' (اسلام اور ہندو مت) کے نام سے کتاب کی صورت میں مدون کر دیا ہے، یہ کتاب دار الاشاعت' کراچی اور ادارہ اسلامیات' لاہور سے متعدد بار شائع ہو چکی ہے، اسی کتاب کا دوسرا حصہ ''قبلہ نما'' کے نام سے مشہور ہے، اس میں پنڈت سرسوتی کے صرف ایک اعتراض کا جائزہ لیا گیا ہے۔ یعنی مکہ معظمہ

معبود نہیں ہے بلکہ قبلہ نما ہے' یہ کتاب مولانا کی ادق (مشکل ترین) کتب میں شمار ہوتی ہے۔ مولانا اشتیاق احمد صاحب نے اس کی قابل قدر شرح فرمائی ہے' مولانا قاری محمد طیب نے بھی ایک خاص نہج پر تشریح کی لیکن وہ شائع نہ ہو سکی (۵۷)۔ یہ کتاب ان دنوں نایاب ہے البتہ دیوبند سے شائع شدہ نسخہ مدارس دینیہ کے کتب خانوں میں محفوظ ہے مثلاً ''الصیانہ'' لاہور اور نصرت العلوم' گوجرانوالہ کے کتب خانہ میں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے' مولانا فخر الحسن گنگوہی کا بیان ہے کہ ''اختصار اسلام'' ایک عجیب رسالہ ہے لیکن قبلہ نما عجیب وغریب ہے (۵۸)۔

پنڈت سرسوتی اور اس کے حواریوں کے اسلام پر اعتراضات کے جواب میں مولانا کی ایک ایک تصنیف جو اب ترکی بہ ترکی کے نام سے مشہور ہے پنڈت موصوف روڑکی کے بعد میرٹھ میں وارد ہوا اور وہاں بھی اپنے اعتراضات کا اعادہ کرنے لگا' انہیں دنوں ایک لالہ جی نے جو سرسوتی کے حاشیہ برداروں میں سے ایک تھا اسلام کے خلاف ایک مضمون لکھا آپ نے اس کے جواب میں ترکی بہ ترکی لکھی' یہ کتاب مولانا کی وفات کے کم وبیش چھ سات ماہ پہلے ختم ہوئی (۵۹) ۔اس کتاب کے بارے میں یہ ہدایت بھی کی گئی ہے کہ یہ آپ کے تلمیذ سعید مولانا عبدالعلی نے آپ کے ایماء پر لکھی (۶۰) ۔بہر حال یہ بات یقین سے کہی جاسکتی ہے کہ اس کے خیالات ومضامین مولانا محمد قاسم نانوتوی کے ہی ہیں۔

مولانا کے فکر وفن کے ضمن میں آپ کی ایک اور کتاب ''تحذیر الناس'' کا تذکرہ مناسب معلوم ہوتا ہے' مولانا احسن نانوتوی نے ایک استفسار بریلی سے ''اثر ابن عباس'' کے بارے میں بھیجا' مولانا قاسم نانوتوی نے اس کی صحت و تائید میں جواب لکھا اور اس کا نام ''تحذیر الناس من انکار اثر ابن عباس'' رکھا یہ رسالہ سب سے پہلے ۱۲۹۱ھ میں مبلغ صدیقی 'بریلی میں بہ اہتمام مولانا محمد منیر نانوتوی شائع ہوا۔ (۶۱)

کتاب کا موضوع ختم نبوت اور فضیلت محمدیؐ ہے۔ اسلوب نہایت نادر اور متکلمانہ ہے' بعض حضرات نے اس پر تشدد تیز تنقید بھی رقم فرمائی ہیں' ''مناظرہ عجیبہ'' جواب مولانا کی مستقل کتاب کے طور پر شائع ہو چکی ہے۔ اسی سلسلہ کی بحث لئے ہوئے ہے۔ اس کتاب کو تحذیر الناس کی شرح بھی کہا جاسکتا ہے۔ یہ دو حصوں پر مشتمل ہے۔ حصہ اول مولانا عبدالعزیز کے دس محذورات (اعتراضات) اور ان کے جوابات پر مشتمل ہے۔

جبکہ دوسرا حصہ مولانا عبدالعزیز اور مولانا محمد قاسم نانوتوی کی خط وکتابت کی تفصیلی فراہم کرتا ہے' ہر دو حضرات کے چار چار مکتوبات ہیں' مولانا معترض کا مکتوب رابع ہونا فارسی میں ہے اس کا اختتام ان الفاظ پر ہوا ہے ''عقیدہ فقیر عقیدہ وجناب موافق گردید (۶۲) اس کا جواب مولانا نے فارسی ہی میں دیا ہے' اس کے ساتھ تحریری مناظرہ بھی تمام ہوا ہے بحث کا میدان ''تحذیر الناس'' ہی رہی ہے۔

علم الکلام پر مولانا کی آخری تصنیف ''تقریر دلپذیر'' کے نام سے مشہور ہے یہ تقریباً 328 صفحات پر مشتمل اور قدرے جدید انداز طباعت لئے ہوئے ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان سے اشاعت پذیر ہوئی ہے۔ مولانا مناظر احسن گیلانی

اس کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں' تقریر دلپذیر نامی کتاب میں اسلام کے علمی وعملی نظام کوتعبیر واستدلال کے نئے پہلو میں ڈھالنے کاارادہ سیدنا الامام کبیر نے فرمایا تھا(۶۳) ۔یہ کتاب مابحث کلامیہ میں ایک محققانہ چیز قرار پائی ہے۔

سرسید احمد خانؒ بانی علی گڑھ یونیورسٹی اور مولانا محمد قاسم نانوتوی ہم عصر شخصیات میں سے ہیں' سید صاحب مولانا کے علم وعمل' تقویٰ اور للّٰہیت سے حد درجہ متاثر تھے' مولانا کی وفات پر سید صاحب نے جو مضمون تہذیب الاخلاق میں تحریر کیا وہ اس بارے میں لائق توجہ چیز ہے' بہر حال پھر دو حضرات میں علمی اختلاف بھی ملتا ہے' پھر دو حضرات کے درمیان' اسلام اور دوسرے اہم موضوعات پر جو مراسلت ہوئی وہ دارالاشاعت' کراچی نے تصفیہ العقائد'' کے نام سے شائع کی ہے' مولانا قاسم نانوتوی کے علمی سرمایہ اور ورثہ میں اس کتاب کو یوں بھی اہم مقام حاصل ہے کہ اس کے مضامین وقت کی اہم شخصیات کی فکر کی ترجمانی کرتے ہیں۔

یہاں مولانا محمد قاسم نانوتوی کی تمام تصانیف کے تذکرہ کی بجائے صرف چند ایک کا ذکر مناسب خیال کیا گیا ہے' علاوہ ازیں مولانا کے مکتوبات جمال قاسمی' لطائف قاسمی' فیوض قاسمیہ' اسرارِ قرآنی اور مکاتیب قاسم العلوم سے رسائل اور کتب بھی قابل ذکر اشیاء ہیں۔ یہ جملہ کتب جامعہ اشرفیہ' لاہور کے کتب خانہ میں دستیاب ہوسکتے ہیں' مولانا کے ان خطوط کی زیادہ مقدار فارسی میں ہے' پروفیسر انوار الحسن شیر کوٹی نے مکاتیب قاسم العلوم کا ترجمہ اور تسہیل لکھی ہے' جو انوارِ النجوم' کے نام سے شائع ہوگئی ہے۔

مولانا کا علمی صدقہ جاریہ' تحریک دارالعلوم دیوبند:

دیوبند' ندوہ اور علی گڑھ ایسے ادارے ہیں جن کی بدولت برصغیر پاک وہند میں اسلامی علوم وفنون کی روایت زندہ رہی ہے' ان اداروں میں ''دیوبند'' کو بعض امور میں امتیاز حاصل رہا ہے' علی گڑھ کا مقصد مسلمانوں کے دنیوی تنزل کو روکنا تھا جبکہ دیوبند کی نظر دینی ضرورت پر تھی(۶۴) ۔علی گڑھ اور ندوہ کو اپنی بنیاد اور تعمیر وترقی میں انگریزی حکومت کا تعاون حاصل رہا جبکہ دیوبند حکومت کی مخالفت کے باوجود اپنی اور تہذیبی روایات کی حفاظت کرتا رہا ہے(۶۵)۔ بانی دارالعلوم دیوبند مولانا محمد قاسم نانوتوی نے مدرسہ کے اساسی اصول ہشتگانہ میں رقم فرمادیا تھا کہ مدرسہ میں سرکار اور امراء کی شرکت مضر معلوم ہوتی ہے(۶۶) ۔جناب شیخ اکرام نے سرسید احمد خان اور مولانا محمد قاسم نانوتوی کے بارے میں لکھا ہے کہ سرسید امراء کے رکن تھے اور مولانا محمد قاسم جمہور کے نمائندہ تھے(۶۷) ۔شیخ اکرام صاحب نے ایک دن تینوں اداروں کا موازنہ ان لفظ میں کیا ہے ندوہ کا دعوی تھا کہ یہ قدیم اور جدید بالفاظ دیگر دیوبند اور علی گڑھ کا مجموعہ ہوگا۔لیکن ندوہ میں نہ علی گڑھ کی پوری خوبیاں آئیں اور نہ دیوبند کی(۶۸) ۔ ذرا آگے لکھتے ہیں کہ ندوہ میں نہ جدید کی مادیت آئی نہ قدیم کی روحانیت(۶۹)۔ بہر حال یہ شیخ اکرام صاحب کا ہی ایک تاثر بھی ہے کہ علمی تصنیف وتالیف کی بعض منزلوں میں ندوہ کو اب بھی دیوبند پر چشم نمائی کا حق حاصل ہے(۷۰) ۔ علی گڑھ اور دیوبند کے اس موازنہ میں سرسید کا بانی دارالعلوم دیوبند کے بارے

میں یہ تاثر قابل ملاحظہ ہے' جوانہوں نے مولانا نانوتوی کی وفات پر لکھا۔

''زمانہ بہتوں کو رویا اور آئندہ بھی بہتوں کو روئے گا لیکن اس کیلئے رونا جس کے بعد اس کا کوئی جانشین نظر نہ آئے نہایت رنج وافسوس کا باعث ہوتا ہے [۷۱]۔ اس مضمون کے آخر میں مدرسہ دیوبند کے حوالہ سے لکھا ہے کہ مدرسہ دیوبند انکی نہایت عمدہ یادگار رہے اور سب لوگوں کا فرض ہے کہ ایسی کوشش کریں کہ یہ مدرسہ ہمیشہ قائم رہے اور مستقل رہے [۷۲] اسی دیوبند کے بارے میں علامہ اقبال نے فرمایا تھا دیوبند ایک ضرورت تھی اس سے مقصود تھا ایک روایت کا تسلسل وہ روایت جس سے ہماری تعلیم کا رشتہ ماضی سے قائم رہے [۷۳]۔ مولانا شبلی نعمانی علی گڑھ پر ندوہ کو فوقیت دیتے تھے دوسری طرف خود سرسید علی گڑھ سے بہت مطمئن تھے فرماتے ہیں تعجب یہ ہے کہ جو تعلیم پائے جاتے ہیں اور جن سے تو قومی بھلائی کی امید تھی وہ خود شیطان اور بدترین قوم بن جاتے ہیں [۷۴] بہرحال یہ امر خوش آئندہ ہے کہ آگے دیوبند، ندوہ اور علی گڑھ میں علمی روابط بڑھے اور علمی وتحقیقی تعاون کی یہ روایت آج بھی جاری وساری ہیں علی گڑھ میں بہت سے اکابرین دیوبند پر تحقیقی معاملات ہورہے ہیں دراصل یہ سرسید احمد خان اور مولانا محمد قاسم نانوتوی کے اخلاص کا نتیجہ تھا کہ یہ ادارے زیادہ دیر تک ایک دوسرے سے بے نیاز نہ رہ سکے۔

مولانا کا علم الکلام اور دور حاضر

اس وقت دنیا میں پندرہ ہزار سے زیادہ ادیان ومذاہب موجود ہیں جبکہ روزانہ دوتین' کا مزید اضافہ ہوجاتا ہے [۷۵] یہ مقدار کچھ بھی ہو دینِ حق صرف ایک ہی رہا ہے اور ایک ہی رہے گا' اللہ نے بطور دین صرف اسلام کو پسند فرمایا ہے [۷۶]۔ اس دین کے سوا کسی دین کو قبول ہی نہیں کیا [۷۷]۔ نیز اللہ تعالیٰ اسی دین اسلام کو جملہ ادیان عالم پر غالب دیکھنا چاہتا ہے [۷۸]۔ لیکن کیا یہ مناسب ہوگا کہ ان آیات کی موجودگی میں امت مسلمہ خاموشی سے بیٹھ جائے کہ ہمارا دین ہی حق ہے اس لئے یہ قائم ودائم اور غالب رہے گا۔ مسلمانوں کو یہ حقیقت پیش نظر رکھنا چاہیے کہ یہودیت اور عیسائیت کی اسلام سے دائمی دشمنی ہے [۷۹]۔ ہندو مذاہب کو اس سب پر مستزاد خیال کرنا چاہیے۔ اس وقت دینائے عیسائیت بین الاقوامی ایجنسیاں عالمِ اسلام اور پاکستان کا سیاسی' معاشی' اور فکری محاصرہ کئے ہوئے ہیں۔ اور عیسائی امریکہ ان کی پشت پر ہے' یاد رہے کہ اب پاکستان یہودیوں کا سب سے بڑا ہدف ہے [۸۰]۔ ایک دوسری رپورٹ کے مطابق ''مسلمان ممالک میں سے پاکستان عیسائیت کے لئے موزوں ترین ملک قرار دیا گیا ہے [۸۱]۔

اب اگر ان حالات کا موازنہ برصغیر میں ایسٹ انڈیا کمپنی کے ڈھائی سو سالہ دور (۱۶۰۸ء ـ ۱۸۵۷ء) اور تاج برطانیہ کی ۹۰ سالہ (۱۸۵۷ء ـ ۱۹۴۷ء) حکومتوں سے کیا جائے تو یہ نتیجہ اخذ کرنے میں دیر نہ لگے گی آج بھی تحفظ دین کی اسی قدر ضرورت ہے' جتنی کبھی پہلے تھی' بلکہ سچ تو یہ ہے کہ یورپ اور امریکہ کے منظم میڈیا اور پروپیگنڈہ [۸۲] کے پیش نظر اب کچھ زیادہ ہی ہے' عیسائی حکمرانوں اور پادریوں کی ہمیشہ یہ کوشش رہی ہے کہ مسلمانوں کے دل ودماغ مذہب کی گرفت

سے آزاد ہو جائیں یا کم از کم ان کے مذہبی جذبات کی شدت ہی کم ہو جائے۔ مشنری سکول، کالج، ہسپتال آج بھی یہی فریضہ عیسائیت سرانجام دے رہے ہیں، کراچی کے ایک پادری جو ایک مشن سکول کے سربراہ تھے اپنی بیس سالہ محنت کا حاصل یہ بیان کرتے ہیں کہ ''جو مسلمان عیسائی نہ ہو سکے وہ مسلمان بھی نہیں رہے (۸۳)۔'' یورپ کے عیسائی بھی یہ مشن لے کر ہندوستان میں وارد ہوئے تھے۔ سید طفیل منگلوری لکھتے ہیں ''یورپ کی سیاحت کو تحریک میں لانے والی سب سے بڑی چیز عیسائی ہسپانیوں کا مذہبی جنون تھا (۸۴)۔ مولانا الطاف حسین حالی کا یہ جملہ ''حیات جاوید'' میں ہمیں دعوت فکر دیتا ہے۔ ''ہندوستان میں اسلام کو تین طرح کے خطرے درپیش تھے۔ ''عیسائی مشنریاں''، انگریزی تعلیم اور حکمران (۸۵)۔ آپ یقین کیجئے کہ اسلامی دنیا کو اپنے بہت زیادہ وسیع تر تناظر میں یہی خطرات درپیش ہیں۔ اب یہ کام زیادہ سائنٹیفک طریقے پر زیادہ متاثر کن ثابت ہو رہا ہے، پہلے یہ کام حکومتوں کی سرپرستی میں پادری کرتے تھے۔ اب ان کے علاوہ مشنریاں (سماجی امداد کے ادارے) اور یونیورسٹیاں یہ کام سرانجام دے رہی ہیں، حال ہی میں روزنامہ جنگ' لاہور میں ایک رپورٹ شائع ہوئی ہے کہ ''سان فرانسسکو'' سے شائع ہونے والے امریکی جریدے ''مدر جونز'' **(Mother Jones)** نے اپنے جون **2002**ء کے شمارہ میں انکشاف کیا ہے کہ کولمبیا انٹرنیشنل یونیورسٹی کے ''دارن لارسن'' اور اس کے ساتھی تین ہزار طلباء وطالبات کو پاکستان اور افغانستان سمیت کئی اسلامی ممالک میں عیسائیت کی خفیہ تبلیغ کی تربیت دے رہے ہیں۔ اور اس تربیت کا بنیادی مقصد دنیا سے اسلام کو مٹانا ہے (۸۶)۔ مدر جونز **(Mother jones)** کے لئے یہ تحقیقاتی رپورٹ ''بیری یومان'' نے تیار کی ہے۔ بیری نے اس رپورٹ میں لکھا ہے کہ کولمبیا انٹرنیشنل یونیورسٹی ''فرینڈز'' نامی ادارہ چلاتی ہے جسکے تحت **50** اسلامی ممالک میں **800** سے زیادہ مشنریاں خفیہ سرگرمیوں میں مصروف ہیں، یہ مشنریاں استاد بن کر، انسانی حقوق کی تنظیموں کے کارکن بن کر اپنے کام کرتے ہیں۔ یاد رہے کہ ستمبر **2001**ء میں طالبان نے افغانستان میں عیسائیت کی خفیہ تبلیغ کے الزام میں مغربی ایڈور کر گرفتار کئے تھے ان گرفتار ہونے والوں کا تعلق بھی کولمبیا یونیورسٹی سے تھا۔

یہ ہیں وہ حالات جن کے پیش نظر ایک نئے علم الکلام کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ اور مولانا محمد قاسم نانوتوی کے افکار کی اہمیت بڑھ جاتی ہے، آج جس جدید علم الکلام کی اشد ضرورت ہے وہ دیگر اسلامی مفکرین کے علاوہ مولانا محمد قاسم کی تصانیف میں صاف نظر آتی ہے۔ آپ کے تمام تصانیف متکلمانہ رنگ لئے ہوئے ہیں۔ اور یہ ایک حقیقت ہے کہ مولانا اپنے زمانے کے عرف اور تقاضوں کے پیش نظر ایک خاص قسم کے علم الکلام کے بانی ہیں (۸۷)۔ جو عصر حاضر کی فلسفیانہ موشگافیوں کا بھی مداوا کرتا ہے۔ مولانا شبیر احمد عثانی فرماتے ہیں کہ ''اس صدی کا فلسفہ کتنے ہی روپ بدل بدل کر میدان میں آئے یہ قاسمی فکر فوراً ہی اس کا انداز قد پہچان کر دم کے دم میں اس کی قلعی کھول دے گا۔ اور فلسفہ کی ساری ملمع سازیاں کافور ہوتی رہیں گی (۸۸)۔

حواشی و تعلیقات

۱۔ قصبہ نانوتہ کی طرف نسبت ہے' آپ کا تاریخی نام خورشید حسین تھا۔ (ملاحظہ ہو مناظر احسن گیلانی 'سوانح قاسمی' مکتبہ رحمانیہ' لاہور سن ندارد' جلد اول' ص ۱۵۰)

۲۔ معروف قصبہ جہاں آپ پیدا ہوئے۔ جغرافیہ' حدود اربعہ' اور تاریخی اہمیت کے لئے دیکھئے (ایضاً ص ۵۲ تا ۶۳)

۳۔ آپ کے مولانا محمد قاسم نانوتوی سے بڑے گہرے مراسم تھے' ایک مکتب میں پڑھا۔ ایک وطن کی نسبت' ہم زلف ہوئے' ایک استاد سے ایک وقت میں علم حاصل کیا۔ بعض کتب مولانا محمد قاسم سے پڑھی' ایک پیر کے مرید ہوئے' ہمسفر دوحج کے ہوئے۔ مولانا محمد قاسم کی وفات کے بعد آپ نے ان کی سوانح لکھی۔ جو اس ضمن میں اولین کوشش تسلیم کی جاتی ہے' یہ مختصر اور جامع ہے' یہی وجہ ہے کہ مولانا مناظر احسن گیلانی نے اس سوانح کو 'سوانح قاسمی کی فہرست' سے تعبیر کیا ہے' ان کی ضخیم کتاب کی بنیاد اسی مختصر کتاب پر ہے۔

۴۔ مولانا یعقوب نانوتوی ''سوانح عمری'' کتب خانہ میر محمد' آرام باغ' کراچی' سن ندارد' ص ۲

۵۔ محمد اقبال قریشی' حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی کے علوم و معارف'' مطبوعہ ''الحق'' اکوڑہ خٹک' جلد ۵' شمارہ ۱۱' اگست ۱۹۷۰ء' ص ۲۷

۶۔ ''سوانح عمری'' ص ۴

۷۔ مولانا سعید احمد پالنپوری'' دنیائے اسلام کی عظیم ترین شخصیت' دارالعلوم دیوبند' سن ندارد' ص ۴

۸۔ سوانح قاسمی' جلد اول' ص ۱۷۶

۹۔ شیخ الہند مولانا محمود الحسن کے سگے تایا تھے۔ فارسی اور عربی کی ابتدائی تعلیم کا بہت سلیقہ رکھتے تھے' مولانا ذوالفقار علی دیوبند (ولد شیخ الہند) نے عربی ادب کا ذوق انہیں سے حاصل کیا تھا (ایضاً ص ۱۸۸)

۱۰۔ ایضاً' ص ۱۹۲' ۱۹۳' نیز ملاحظہ فرمایئے۔ دنیائے اسلام کی عظیم ترین ضخیت' ص ۴

۱۱۔ شیخ وجیہ الدین' سہارنپور میں وکالت کرتے تھے' فارسی عمدہ جانتے تھے اور اردو میں شعر بھی کرتے تھے' ملاحظہ ہو (سوانح عمری' جلد اول' ص ۲۰۳)

۱۲۔ سوانح عمر (از مولانا یعقوب نانوتوی) ص ۴

۱۳۔ آپ مولانا یعقوب علی نانوتوی کے والد ماجد اور مولانا محمد قاسم کے استاد محسن اور رشتے میں چچا لگتے تھے' سرسید نے بھی آپ سے کسب فیض کیا۔ (شیخ محمد اکرام'' موج کوثر'' ادارہ ثقافت اسلامیہ' لاہور' ۱۹۸۶ء' ص ۸۰)

۱۴۔ موج کوثر' ص ۱۹۸' نیز سوانح عمری' ص ۶

۱۵۔ تاریخ دارالعلوم دیو بند نمبر، اشاعت خاص، ماہنامہ ''الرشید'' ساہیوال، جلد ۸، شمارہ ۴، مارچ، اپریل ۱۹۸۰ء ص ۴۷

۱۶۔ سوانح عمری، ص ۶ ۱۷۔ سوانح عمری، ص ۶

۱۸۔ غلام رسول مہر، ''۱۸۵۷ء کے مجاہد'' کتاب منزل، لاہور، سن ندارد، ص ۱۶۳

۱۹۔ ۱۸۵۷ء کے مجاہد ص ۱۶۷، نیز دیکھیے جانباز مرزا کی کتاب ''انگریزی کے باغی مسلمان''، مکتبہ تبصرہ، لاہور جنوری ۱۹۹۰ء جلد اول، ص ۱۹۳

۲۰۔ سوانح عمری، ص ۱۳ ۲۱۔ سوانح قاسمی، جلد دوم، ص ۱۹۲

۲۲۔ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی اور دوسری اکابرین (حجۃ اسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی کا علوم، معارف، ''الحق''، جلد ۵، شمارہ ۱۱، ص ۳۰)

۲۳۔ سوانح عمری، ص ۱۴ ۲۴۔ موج کوثر، ص ۲۰۰

۲۵۔ سوانح عمری، ص ۱۷ ۲۶۔ سوانح عمری، ص ۱۹

۲۷۔ ''حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی کے علوم و معارف'' ''الحق'' جلد ۵، شمارہ ۱۱، ص ۳۰)

۲۸۔ عبدالرشید ارشد (مرتب) ''بیس مردان حق'' مکتبہ رشیدیہ، لاہور، بار اول، ۱۹۹۶ء جلد اول، ص ۶۷ تا ۱۹۵

۲۹۔ سید محمد الحسنی، سیرت مولانا محمد علی مونگیری، مجلس نشریات اسلام، کراچی، سن ندارد، ص ۱۸

۳۰۔ سید محمد الحسنی، سیرت مولانا محمد علی مونگیری، مجلس نشریات اسلام، کراچی، سن ندارد، ص ۴۲

۳۱۔ پادری کے اس خط کا اردو ترجمہ مولانا الطاف حسین حالی، کی کتاب ''حیات جاوید'' کے ضمیمہ 4 میں صفحات ۸۴۲ تا ۸۵۱ پر ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

۳۲۔ سر سید احمد خان، رسالہ ''اسباب بغاوت ہند'' مشمولہ حیات جاوید، نیشنل بک ہاؤس، لاہور، ۱۹۸۲ء ص ۸۱۹

۳۳۔ مولانا اشتیاق احمد، مقدمہ و تبصرہ ''حجۃ اسلام'' ''مجلس معارف القرآن'' دیو بند ۱۹۶۷ء، ص ۶

۳۴۔ سوانح عمری، ص ۱۵ ۳۵۔ سوانح قاسمی، جلد دوم، ص ۳۵۸

۳۶۔ سوانح عمری، ص ۶ ۳۷۔ سوانح عمری، ص ۱۵

۳۸۔ سوانح قاسمی، جلد دوم، ص ۳۵۹

۳۹۔ مولانا محمد قاسم نانوتوی، گفتگوئے مذہبی میلہ خدا شناسی، مرتبہ محمد ہاشم، دارالاشاعت، کراچی، اشاعت اول، مارچ ۱۹۷۷ء ص ۸

۴۰۔ مولانا محمد قاسم نانوتوی، گفتگوئے مذہبی میلہ خدا شناسی، مرتبہ محمد ہاشم، دارالاشاعت، کراچی، اشاعت اول، مارچ ۱۹۷۷ء ص ۸

۴۱۔ سید اشتیاق اظہر، فخر العلماء، میزان ادب، کراچی، اشاعت دوم، ص ۱۹۹۱، ص ۲۸۴

۴۲۔ شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیو بندی، مقدر حجۃ الاسلام، ص ۸

۴۳۔ شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیو بندی، مقدر حجۃ الاسلام، ص ۶

۴۴۔ شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندی، مقدمہ حجۃ الاسلام، ص ۶

۴۵۔ الصیانہ مولانا اشرف علی تھانوی کے حلقہ ارباب ارادت وعقیدت کی ایک تنظیم ہے جس کا مرکزی دفتر جامعہ اشرفیہ لاہور میں ہے سالانہ اجماع کے اہتمام ہوتا ہے یہ تنظیم ''الصیانہ'' کے نام سے ایک پرچہ ماہنامہ بھی شائع کرتی ہے۔

۴۶۔ معروف عالم دین مولانا سرفراز احمد صفدر کے چھوٹے بھائی، جو نصرت العلوم گوجرانوالہ کے مہتمم اپنے ادارہ سے ''نصرت العلوم'' کے نام سے ماہنامہ بھی جاری کیا ہے، جس کا معیار روز افزوں بہتر ہو رہا ہے۔

۴۷۔ یہ ترجمہ ادارہ نشر واشاعت نصرت العلوم گوجرانوالہ نے ۱۹۸۸ء میں شائع کیا تھا۔

۴۸۔ گفتگوئے مذہبی میلہ خدا شناسی، ص ۳۹

۴۹۔ گفتگوئے مذہبی میلہ خدا شناسی، ص ۵۵

۵۰۔ سوانح قاسمی، جلد دوم، ص ۴۶۳

۵۱۔ پادری مولس یہ انگلستان کے انگریز تھے، شاہ جہان پور ہائی سکول کے ہیڈ ماسٹر تھے، ان کے علاوہ پادری محی الدین سیتاپوری، اور مشہور منطقی ''اسکاٹ'' مفسر انجیل بھی شریک مجلس تھے۔

۵۲۔ پنڈت دیانند سرسوتی، مصنف ستیارتھ پرکاش

۵۳۔ کتاب کے مختصر تعارف کے لئے ملاحظہ فرمائیے۔ (سوانح قاسمی، جلد دوم، ص ۳۶۱)

۵۴۔ فخر الحسن گنگوہی، مقدمہ انتصار الاسلام، ادارہ اسلامیات، لاہور، اشاعت، اول، ۱۹۸۱، ص ۱۶

۵۵۔ ایضاً، ص ۱۶، ۱۷، مقدمہ قبلہ نما، از مولانا اشرف علی تھانوی، ص ۲

۵۶۔ ایضاً، ص ۱۹

۵۷۔ دنیائے اسلام کی عظیم ترین شخصیت، ص ۲۸

۵۸۔ فخر العلماء ص ۲۶۵

۵۹۔ سوانح قاسمی، جلد دوم، ص ۵۱۳

۶۰۔ سوانح قاسمی، جلد دوم، ص ۵۱۳

۶۱۔ فخر العلماء، ص ۲۴۷

۶۲۔ مولانا محمد قاسم نانوتوی، مناظرہ عجیب ترتیب جدید عنوانات وغیرہ، مولانا حسین احمد نجیب، مکتبہ قاسم العلوم، کراچی، اشاعت اول، جولائی ۱۹۷۸ء ص ۱۴۹

۶۳۔ سوانح قاسمی، جلد دوم، ص ۴۸۱

۶۴۔ موج کوثر، ص ۲۰۱

۶۵۔ عبداللہ فہد فلاحی، ''تاریخ دعوت وجہاد'' (برصغیر کے تناظر میں) مکتبہ تعمیر انسانیت، لاہور، طبع اول ۱۹۸۷ء ص ۲۲۶

۶۶۔ موج کوثر، ص ۲۰۱

۶۷۔ موج کوثر، ص ۱۹۲

۶۸۔ موج کوثر، ص ۱۹۳

۶۹۔ موج کوثر، ص ۱۹۳

۷۰۔ موج کوثر، ص ۱۹۳

۷۱۔ سرسید احمد خان ''مقالات سرسید'' مرتبہ محمد اسماعیل پانی پتی، مجلس ترقی ادب لاہور، حصہ ہفتم، طبع اول ۱۹۶۲، ص ۲۰۵

۷۲۔ ایضاً، ص ۲۰۸

۷۳۔ سید نذیر نیازی، ولایت، ''اقبال کے حضور'' اقبال اکادمی، کراچی

۷۴۔ موج کوثر، ص ۲۱۸

۷۵۔ جناب اسرار عالم، بین الاقوامی ایجنسیاں اور ان کا طریقہ کار، مطبوعہ سہ ماہی الشریعہ، گوجرانوالہ، جل ۹، شمارہ ۲

۷۶۔ سورۃ ال عمران، آیت ۱۹

۷۷۔ سورۃ آل عمران، آیت ۸۵

۷۸۔ سورۃ القصف، آیت ۹

۷۹۔ جناب اسرار عالم ''بین الاقوامی ایجنسیاں اور ان کا طریقہ کار'' مطبوعہ سہ ماہی ''الشریعہ'' گوجرانوالہ، جلد ۹، شمارہ ۲

۸۰۔ جناب ذاکر خان ''پاکستان یہودیوں کا سب سے بڑا ہدف'' مطبوعہ ماہنامہ ''الحق'' اکوڑہ خٹک، جلد ۳۰، شمارہ ا، نیز ملاحظہ ہو حافظ محمد اقبال رنگونی کی رپورٹ ''امریکہ کی اسلام دشمنی'' مطبوعہ ماہنامہ ''الحق'' اکوڑہ خٹک، جلد ۳۱، شمارہ ۶۔۷

۸۱۔ جناب انور حسین ہاشمی کا مضمون۔ ''پاکستان کو پہلے سیکولر پھر عیسائی بنانے کا منصوبہ'' مطبوعہ سہ ماہی ''الشریعہ'' گوجرانوالہ، جلد ۹، شمارہ ۲، اپریل ۱۹۹۸ء

۸۲۔ اس وقت عیسائی مشیریاں ۳۴۰۰ ٹی وی، سٹیشن چلا رہی ہیں، اور اس کو اپنی کوتاہی سمجھتے ہوئے اس تعداد کو دس ہزار تک پہنچانے پر تلے ہوئے ہیں، ملاحظہ ہو ''الشریعہ'' گوجرانوالہ، اپریل ۱۹۹۸ء ص ۸۳

۸۳۔ ''الشریعہ'' شمارہ اپریل ۱۹۹۸، ص ۶۸

۸۴۔ محمد طفیل منگلوری، ''مسلمانوں کا روشن مستقبل'' حماد الکتبی، لاہور، سن ندارد، ص ۶۱

۸۵۔ مولانا الطاف حسین حالی، حیات جاوید، نیشنل بک ہاؤس، ۱۹۸۶ء ص ۴۱۴

۸۶۔ حامد میر، ''اسلام کا دفاع کیسے ممکن ہے'' روزنامہ جنگ، لاہور، پیر ۵ ربیع الثانی ۱۴۲۳ھ و ۱۷ جون ۲۰۰۲ء ص ۷

۸۷۔ مولانا سالم قاسمی، مقدمہ اختصار الاسلام، (اسلام اور ہندومت) ادارہ اسلامیات، لاہور، اشاعت اول، ۱۹۸۱، ص ۹

۸۸۔ قاری محمد طیب، حکمت قاسمیہ، شعبہ نشر و اشاعت، دارالعلوم دیوبند، سن ندارد، ص ۳۸

مولانا محمد الیاس ندوی بھٹکلی

جو چپ رہے گی زبان خنجر: لہو پکارے گا آستین کا

(عالم اسلام پر امریکی جبر و استبداد کے پس منظر میں نصرت خداوندی کے آثار و قرائن)

امت مسلمہ اس وقت جن چیلنجوں سے گزر رہی ہے اس پس منظر میں اس بات کی سخت ضرورت ہے کہ ایسے دعوتی اور مثبت مضامین شائع کیے جائیں جس سے ان کے قلوب کو تسکین ہو زیر نظر مضمون کا بھی اسی تناظر میں مطالعہ کیا جانا چاہیے .... (ادارہ)

آج سے تین ہزار تین سو سال قبل براعظم افریقہ میں دریائے نیل کے کنارے اس وقت دنیا کی ایک عظیم ترین سلطنت قائم تھی جس کے حکمران کا نام رعمسیس دوم تھا' اس نے انسانی تاریخ میں سفاکی و بربریت کی وہ نظیر قائم کی کہ شاید قیامت تک کوئی اس کا مقابلہ کر سکے' اس نے اپنی ہی حکومت کے زیر نگیں چھ لاکھ پر مشتمل ایک ہی قوم کے کم از کم دس ہزار نوزائیدہ بلکتے سسکتے معصوم بچوں کو خود ان کی ماؤں کی آنکھوں کے سامنے ان کے پیدا ہوتے ہی بے دردی سے بکروں اور مینڈھوں کی طرح ذبح کیا تھا صرف اس خدشہ سے کہ کسی نجومی کی پیشنگوئی کے مطابق ان ہی میں سے ایک بچہ بڑا ہو کر اس کی سلطنت پر قبضہ کرنے والا تھا۔ اس کی یہ سنگدلی ایسی تھی کہ زمین پھٹتی اور وہ تڑپ تڑپ کر سب کے سامنے دھنس جاتا اور بعد میں آنے والوں کیلئے عبرت بنتا' لاکھوں کروڑوں ماؤں سے زیادہ اپنے بندوں سے محبت کرنے والے آقا و مولی کو اس پر غصہ آیا لیکن اس کی حلیم و بردبار ذات بے ہمتا نے اپنی بے پناہ حکمت کے پیش نظر اس سے انتقام کو موخر کر دیا اور ایسے وقت حیرت انگیز طریقہ پر اس کی گرفت کی کہ دنیا کے کسی بھی انسان کو شاید ہی گمان ہوتا کہ اس وقت اس پر قدرت کی مار پڑنے والی ہے جس دریا نے اس کے ظلم وستم سے حکم خداوندی سے ہجرت کرنے والے اس وقت کے نبی اور ان کے متبعین کو خشک راستہ دے کر پار کرایا وہی دریا اس کی غرقابی کا سبب بنا' یہ مظلوم قوم بنی اسرائیل تھی جو اسوقت راہ حق پر تھی اور ان کے نبی حضرت موسیٰ تھے اور یہ جابر حکمران فرعون تھا جس کی لاش آج بھی مصر کے عجائب گھر میں پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ ؎ دیکھو مجھے جو دیدۂ عبرت نگاہ ہو

بابل کی آشوری حکومت میں بھی اپنے وقت کا ایک ظالم ترین بادشاہ تھا جس نے اس وقت روئے زمین پر بسنے والے خدا کے محبوب ترین بندہ کو صرف اس جرم کی پاداش میں کہ وہ صرف اللہ ہی کی کبریائی و بڑائی کا اعلان کر رہے ہیں بھڑکتی آگ کے شعلوں کے سپرد کر دیا تھا یہ الگ بات تھی کہ وہ شعلے حکم خداوندی سے ان کیلئے گل و گلزار بن گئے' یہ سنگدلی بھی ایسی تھی کہ

اگر اسی وقت آسمان سے آگ برستی اور اس کو جلا کر راکھ کر دیتی تو بھی اس کے ظلم و جور کے مقابلہ میں یہ سزا ہیچ تھی وہ بادشاہ نمرود تھا اور اللہ کے وہ محبوب بندے حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے۔

افغانستان میں امریکہ کی بربریت اور عراق میں اس کی سفاکی اسی فرعونیت کی ایک جھلک تھی' آخر عراق کے ۱۲ سالہ علی عباس نے وہ کونسا جرم کیا تھا کہ جب اس نے نصف شب کو بستر پر آنکھیں کھولیں تو امریکی میزائل نے اس کے دونوں ننھے منے ہاتھوں سے اس کو محروم کر دیا تھا' اس کے دونوں پیر مفلوج ہو گئے تھے' اس کے جسم کا رواں رواں تڑپ رہا تھا' وہ اپنے سایہ پدری سے دیکھتے ہی دیکھتے محروم ہو گیا تھا' اسی کے ساتھ کھیلنے والے اس کے بھائی بہن بھی راہی جنت ہو چکے تھے' اس کی نگاہیں جام شہادت نوش کرنے والی اپنی ممتا کی تلاش میں بے قرار تھیں' اس کی آنکھوں سے نہ رکنے والے آنسوؤں کی جھڑی نے کبھی نہ رونے والوں کو بھی رلا دیا تھا' مستقبل کا اس کا خواب چکنا چور ہو چکا تھا' اس کی معصوم خواہشیں زیر زمین دھنس گئی تھیں اور اس کی آرزوؤں کا ڈھانچہ ملبوں کے ڈھیر میں دب چکا تھا۔

دو سال قبل درندہ صفت امریکی فوجوں کی بندوقوں کی نوک پر افغانستان سے طالبان کو جب شیروں اور چیتوں کے پنجروں میں بند کر کے کیوبا منتقل کیا گیا اور میڈیا کے ذریعہ ان کی بے بسی کی تصویریں دنیا تک پہنچیں تو اس کو دیکھ کر سنگدل انسانوں کی آنکھوں سے بھی آنسو نکل گئے' ان کی آنکھوں پر پٹیاں بندھی ہوئی تھیں۔ دونوں ہاتھ پیچھے باندھ دیئے گئے تھے' کانوں میں روئی ٹھونس دی گئی تھی اور زبانوں کو بند کر دیا گیا تھا' پیروں میں زنجیریں تھیں مسلسل کئی دنوں سے ان کو بھوکا رکھا گیا تھا اور آنکھوں میں تیز روشنی ڈال کر ہفتوں سے ان کو سونے سے بھی محروم کر دیا گیا تھا' زبان تھی لیکن بول نہیں سکتے تھے' آنکھیں تھیں لیکن دیکھ نہیں سکتے تھے' پیر سلامت تھے لیکن چل نہیں سکتے تھے' کان محفوظ تھے لیکن سننے سے محروم تھے اس پر مستزاد یہ کہ ان کو ایسے تنگ پنجروں میں بند کر دیا گیا تھا کہ رکوع کی حالت میں وہ تھے اور سیدھے کھڑے بھی نہیں ہو سکتے تھے' کابل و قندھار سے جب ان کو ہوائی اڈہ منتقل کیا گیا تو ان کو ایسے ٹرکوں میں بند کر دیا گیا تھا کہ بے زبان جانوروں کو بھی رحم آیا' بھیڑ بکریوں کی طرح ان کو اس طرح ایک دوسرے کے اوپر ڈال کر پیچھے سے دروازہ بند کر دیا گیا تھا کہ اس میں ہوا کا گزر بھی نہیں تھا اور سانس لینا بھی مشکل تھا' دم گھٹ کر اسی میں اس وقت درجنوں لوگ شہید ہوئے' پیاس کی شدت سے جب ان کی حالت ناگفتہ بہ ہوئی اور بے قراری بڑھی تو وہ اپنے ساتھی قیدیوں کے بدن سے گرمی کی شدت سے نکلنے والے پسینوں کو چوس کر اپنی پیاس بجھانے پر مجبور ہوئے۔ ان شیطان صفت درندوں کا یہ انتقام محض اس لئے تھا کہ وہ اللہ وحدہ لاشریک پر ایمان لائے تھے اور اسی کا نظام اس کی سرزمین پر قائم کرنا چاہتے تھے وما نقموا منهم الا ان يؤمنوا بالله العزيز الحميد۔

ان مذکورہ بالا امریکی جبر و استبداد کے واقعات کو جب فرعون و نمرود کے مظالم کی روشنی میں دیکھا جاتا ہے اور اس سلسلہ میں عادت اللہ اور خدائی نظام پر غور کیا جاتا ہے' تو ہمیں ایک گونہ اطمینان ہوتا ہے کہ اس امریکی بربریت پر بھی یقیناً خدا کو جلال آیا ہے۔ لیکن مصلحت و حکمت کے پیش نظر ان ظالموں سے اس دنیا میں انتقام و بدلہ میں تاخیر ہو رہی ہے' اس سلسلہ میں رب

کائنات کی طرف سے قرآن میں بیان کئے گئے دو ضابطوں اور اصولوں پر اگر ہماری نظر ہو تو مؤمن کا دل اس سے شدید سخت ترین حالات میں بھی مطمئن رہتا ہے۔ پہلا اصول یہ ہے کہ ظالموں کو قدرت کی طرف سے آخری درجہ کی چھوٹ دی جاتی ہے کہ ان کے بس میں جور وظلم کے جو امکانات ہیں وہ ان کو بروئے کار لائیں تاکہ ان کی جب پکڑ ہو تو اتمام حجت بھی ہو جائے' ارشاد خداوندی ہے ہم ظالموں کو ہر طرح کی مہلت دیتے ہیں پھر جب ہم ان کی پکڑ کرتے ہیں تو ہماری پکڑ سخت ترین ہوتی ہے۔ واملی لھم ان کیدی متین ۔ دوسرا ضابطہ یہ ہے کہ سرکشوں ونافرمانوں وباغیوں کی پکڑ ایسے وقت اور اس انداز سے ہوتی ہے کہ دنیا والوں اور خود مظلوموں کو بھی اس طریقہ پر ان کی گرفت کا شان وگمان بھی نہیں ہوتا فنستدرجھم من حیث لایعلمون وہ اپنی طاقت وقوت کی نشہ میں چور رہتے ہیں' ہر طرح کے وسائل ان کو حاصل ہوتے ہیں ان کی شکست کے دور دور تک آثار وقرائن نظر نہیں آتے' دنیا یہ سمجھتی ہے کہ اب ان کا مقابلہ کسی قوم وجماعت کے لئے ان حالات میں ممکن نہیں حتیٰ کہ اپنے وقت کے کامل الایمان اللہ کے برگزیدہ رسولوں پر بھی ان کی شکست کے متعلق مایوسی کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے حتی اذا استیاس الرسل نبیوں کی زبان سے بھی اللہ سے یہ سوال ہونے لگتا ہے کہ اے اللہ تیری یہ مدد کب آنے والی ہے حتی یقول الرسول والذین امنوا معه متی نصر الله' قرآن کی روشنی میں یہی کیفیت اس وقت اسرائیل اور امریکہ کی ہو گئی ہے کہ ظاہری اسباب و وسائل کے پس منظر میں ان کو شکست دینا عالم اسلام کے لئے مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن نظر آ رہا ہے لیکن قرآن ہم سے مخاطب ہے کہ خدائی پکڑ اور ان کی گرفت کا یہی موقع ہے کہ ظالم نے ظلم کی بھی حد کر دی ہے اور اہل ایمان بھی ان کی شکست وہزیمت سے مایوس ہو گئے ہیں' وہ زبان حال سے کہہ رہا ہے کہ عراقی مسلمانوں کی مظلومیت جلد ہی رنگ لانے والی ہے' کیوبا میں قید طالبان قیدیوں کی آہیں اپنا اثر دکھانے والی ہیں' فلسطین کے معصوم یتیموں اور بیواؤں کی التجائیں ظالموں کو کیفر کردار تک پہونچانے والی ہیں لیکن اے مسلمانو...... ! یہ انتقام تمہاری عجلت پر نہیں ہوگا بلکہ اللہ کی عادت کے مطابق ہوگا' اس وقت فوری نہیں ہوگا خدائی حکمت ومصلحت پر مبنی ہوگا' ان کی شکست کے آثار وقرائن کے بعد نہیں ہوگا بلکہ ان کے عروج وترقی اور طاقت وقوت کے مظاہروں کے دوران ہوگا' تمہاری امید کے مطابق نہیں ہوگا بلکہ مایوسی وقنوطیت کے آخری درجہ میں پہنچنے کے بعد ہوگا' موجودہ حالات میں نہیں ہوگا دعوتی اعتبار سے تمہاری ذمہ داریوں کی ادائیگی کے بعد ہوگا۔

قرآن کی روشنی میں مومنوں کی فتح ونصرت اور ظالموں کی شکست وگرفت کے لئے ان دو شرطوں کی تکمیل کے باوجود اس کے بین السطور ایک اور تیسری شرط بھی ہے جس کی طرف بالعموم ہمارا ذہن نہیں جاتا اور وہ شرط ابھی پوری نہیں ہوئی ہے یعنی اتمام حجت کے لئے ان تمام ظالموں تک دین کی دعوت کا پہنچنا' اس وقت دنیا والوں کے مطابق وہ ظالم ہیں اور ہم مظلوم لیکن دعوتی نقطہ نظر سے وہ مظلوم ہیں اور ہم ظالم۔ اس لئے خدا کی دھرتی پر رہ کر اس کے بے پناہ انعامات کے باوجود ہم نے اب تک خدا کا پیغام ان تک نہیں پہنچایا' قرآنی دعوت سے ان کو واقف نہیں کرایا' سالہا سال ان کے ساتھ ہم نے ایک ہی شہر اور ملک میں رہ کر گزارے' اذان میں اللہ اکبر کے الفاظ سن کر وہ یہ سمجھتے رہے کہ اس میں مغل بادشاہ اکبر کا نام لیا جاتا ہے ہم نے ان کو یہ تک

نہیں بتایا کہ یہ اللہ رب العزت کی حقیقت ہے اور اس کی کبریائی کا اعلان ہے' وہ ہم سے کہتے رہے کہ تم میں اور ہم میں فرق کیا ہے سوائے اس کے کہ تم قبروں پر سجدہ کرتے ہو اور ہم بتوں کے آگے سر جھکاتے ہیں' ہم نے ان سے اس کی وضاحت نہیں کی کہ اس قبر پرستی کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے' ہم تو سوائے اللہ کے نبیوں اور ولیوں کو بھی پکار نہیں سکتے اور ان سے کوئی چیز طلب نہیں کر سکتے' ہم نے کفر و شرک کی قباحتوں سے ان کو باخبر نہیں کرایا' توحید کے دلائل ان کو نہیں سنائے' آخرت میں دوبارہ زندہ ہونے اور مالک حقیقی کے سامنے سب کی لازمی پیشی اور حساب کتاب کی معقول و منطقی باتیں ان کو نہیں سنائیں' خدا مشرک جہنمیوں سے پوچھے گا کہ کیا تمہیں توحید کا پیغام نہیں پہنچا تھا تو وہ کہیں گے کہ اے رب.........! یقیناً تیرے بندوں نے ہمیں بتایا تھا لیکن ہم نے ہی جھٹلایا الم یاتکم نذیر قالو بلی فقد جاء نا نذیر فکذبنا و قلنا ما نزل الله من شئی کیا عالم انسانیت کے موجودہ حالات میں اس وقت روئے زمین پر بسنے والی چار ارب نسل انسانی معاذ اللہ جہنم میں ڈالے جانے کے بعد ان ڈیڑھ ارب مسلمانوں کے متعلق یہ کہنے کی پوزیشن میں ہے کہ اے رب تیرے ان بندوں نے ہمیں جہنم سے ڈرایا تھا اور توحید کا پیغام پہونچایا تھا' جواب یقیناً نفی میں ہے' ہم نے ان دس فی صد بندگان خدا کو تو اسلامی تعلیمات سے واقف کرایا جو اسلام کا مطالعہ کرنا چاہتے تھے اور اس کے متعلق جاننا چاہتے تھے لیکن ان نوے فی صد انسانوں تک جو اسلام سے واقف بھی نہیں ہونا چاہتے بلکہ اپنی شرک و کفر کی آلودگیوں میں مگن ہیں اور اپنے اس جرم عظیم کا انہیں احساس بھی نہیں ان کی نظروں سے اتمام حجت کے لئے توحید و رسالت کے دلائل گزارنے کے لئے ہم نے کیا کیا......؟

یہ وہ سوالات ہیں جن کا قولاً نہیں عملاً جواب دیئے بغیر خدائی نصرت و مدد اور ظالموں کی پکڑ کی امید نہیں کی جا سکتی' ہماری یہ ذمہ داری نہیں ہے کہ ہم ان کو ایمان قبول کرنے کے لئے مجبور کریں اور لازماً ان کا ہاتھ پکڑ کر داخل اسلام کریں یہ تو رسولوں اور نبیوں کے بس میں بھی نہیں تھا سوائے خدا کے اس پر کسی کا بس نہیں چلتا لیکن یہ تو ہمارے بس میں ہے بلکہ ہمارے فرائض میں داخل ہے کہ ہم ان کو لازماً شرک کی قباحتوں سے آگاہ کریں اور توحید کے دلائل سنائیں' خدا کے یہاں نتائج پر ثمرات مرتب نہیں ہوتے بلکہ مساعی و نیتوں پر ہوتے ہیں حضرت نوحؑ نے ایک ہزار سال تک دعوت کا کام کیا اور بمشکل چند سو لوگوں کو ان کے ہاتھ پر ہدایت نصیب ہوئی ان کے مقابلہ میں ہماری امت میں دسیوں ایسے بزرگان دین تھے جن کے ہاتھوں لاکھوں لوگوں کو ہدایت نصیب ہوئی لیکن ایسے کروڑوں اولیاء اللہ پر حضرت نوحؑ کا درجہ قلت نتائج کے باوجود اللہ کے یہاں بڑھا ہوا ہے' لہٰذا ہمیں بھی نتائج کی امید و دعا کرتے ہوئے لیکن اس پر انحصار نہ کرتے ہوئے اپنی دعوتی کوششیں جاری رکھنی چاہیے۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ آخرت میں اپنی گرفت سے بچنے کے لئے اور اس دنیا میں اللہ کے دشمنوں کی شکست کو اپنی آنکھوں سے دیکھنے کے لئے ہم اپنی اس مجرمانہ غفلت کو محسوس کریں اور اپنے ان دعوتی فرائض کو اولین فرصت میں انجام دینے کی کوشش کریں' جس دن ہمیں اپنی اس ذمہ داری کا احساس ہوگا اور مجموعی طور پر امت کی اکثریت عملاً اس میدان میں قدم رکھے گی اسی دن دشمن کی شکست اور ہماری فتح کا فیصلہ ہوگا۔

سلسلہ خطبات جمعہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا حافظ انوار الحق صاحب
ضبط و ترتیب: حافظ محمد سلمان الحق انوار

فضیلت انفاق فی سبیل اللہ

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم قال اللہ تعالیٰ فاتقوا اللہ ما استطعتم و اسمعوا و اطیعوا و انفقوا خیراً لانفسکم و من یوق شح نفسہ فاولئک ھم المفلحون۔ و قال رسول اللہ صلعم ما نقصت الصدقۃ من مال و ما زاد اللہ عبداً بعفو الا عزا و ما تواضع احد للہ الا رفعہ اللہ (مسلم)

ترجمہ: پس اللہ سے ڈرتے رہو جتنا ہو سکے اور اس کی باتوں کو سنو اور مانو اور اللہ کی راہ میں خرچ کر کے اپنے ساتھ بھلائی کرو اور جو خود غرضی سے بچا وہی کامیاب ہے' رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ صدقہ کرنے سے مال کم نہیں ہوتا بلکہ اس میں برکت و زیادتی ہوتی ہے' اور کسی کے جرم کو معاف کر دینے سے اللہ عزت کو بڑھا دیتا ہے اور جو اللہ کے لئے تواضع و انکساری کرتا ہے' اللہ اس کو بلند کر دیتا ہے۔

انفاق فی سبیل اللہ کے تقاضے:

محترم بزرگو! سورۃ تغابن کی ایک آیت کریمہ اور حضورؐ کا ایک فرمان میں نے تلاوت کر دیا ہے مقصد ان دونوں سے اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے فضائل اور درجات کا ذکر کرنا ہے۔ اسلام ایک عالمگیر مذہب ہونے کے ناطے جہاں بے شمار مواقع پر رزق حلال کمانے پر زور دینے کے بعد ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر دوسرے پر اعتماد اور بلا ضرورت سائل بننے کی مذمت کرتا ہے۔ وہاں انفاق کے بھی کئی مدات اور مواقع متعین کر دیئے۔ جہاں جہاں کمائی کا ذکر اکثر مقامات میں قرآن مجید کرتا ہے وہ بھی صرف کسب کے لئے نہیں بلکہ انفاق کے لئے اور پھر صرف یہی نہیں بلکہ اس انفاق سے کسی مادی نفع' نام و نمود و نمائش کے حصول کا تصور تو دور کی بات ہے حتی کہ جس پر انفاق کیا جائے اس پر اپنی طرف سے احسان کرنے کا خیال اور اس پر جتلانے کی بھی اجازت نہیں۔

اسلام کا نظام معیشت:

اسلام کے نظام معیشت کا مقابلہ دنیا کا کوئی خود ساختہ نظام نہیں کر سکتا یہ ایسا دین فطرت ہے کہ اس نے اپنے معاشی نظام میں بھی فطرت انسانی کا لحاظ رکھا جس کے لئے اسلام نے اپنا معاشی نظام ایسے اعتدال اور فطرتِ انسانی کے

موافق رکھا کہ اس میں مخلوق کے تمام طبقات کا معاشی تحفظ اور حقوق کا خیال بھی رکھا اور دنیا کے دو بے بنیاد اور غیر فطری سرمایہ دارانہ اور اشتراکی نظاموں کے نقائص سے بھی اس پاکیزہ نظام کو محفوظ رکھا۔

جائز و شرعی طریقوں سے دولت کمانے کی ترغیب کے ساتھ مال کو کسی ایک ہاتھ میں منجمد کرنے کی سختی سے بھی منع فرمایا قرآن وحدیث کے مطالعہ سے معلوم ہوگا کہ جگہ جگہ ایسے اموال جمع کرنے والوں کی شدید مذمت اور سزا بیان کی گئی ہے جو اللہ کی طرف سے بتائے ہوئے دولت خرچ کرنے والے مصارف میں بخل سے کام لیتے ہیں۔ مثلاً ایک جگہ ارشاد ربانی ہے۔ الذی جمع مالا وعدده یحسب ان ماله اخلده کلا لینبذن فی الحطمة ''جو لوگ مال جمع کرتے ہیں اور شمار شمار کر اس کو محفوظ رکھتے ہیں ان کو دوزخ میں ڈالا جائے گا۔''

صاحب ثروت لوگوں کے اموال میں فقراء و مساکین کو اسلام نے قانون زکوٰۃ وعشر و صدقات و دیگر طریقوں سے حصہ دار بنا کر امراء کو فقراء کی حاجت روائی کے لئے جوابدہ قرار دیا۔ اور مستحقین پر خرچ نہ کرنے کو دردناک عذاب کی وعید سنائی۔ ارشاد ہے: الذین یکنزون الذهب و الفضة و لا ینفقونها فی سبیل الله فبشرهم بعذاب الیم۔ ''جو لوگ مال کا خزانہ جمع کرتے ہیں اور اللہ کے راہ میں خرچ نہیں کرتے ان کو سخت عذاب کی خبر سنا دو۔''

اسلام کے نظام معیشت کی بعض جھلکیاں:

مال و زر کے فوائد کو عام کرنے کے لئے اسلام نے ہر مسلمان پر مختلف قسم کے نفقات دوسرے کے لئے لازم کر دیئے۔ مثلاً خاوند پر بیوی کا نفقہ، والدین پر نابالغ اولاد کا، اولاد پر والدین کا ہر صاحب حیثیت پر اپنے ذوی الارحام کا حتیٰ کہ باندی و غلام کے نفقات پر بھی دین نے بے حد زور دیا۔ حضرت ابی سعید خدری حضورؐ سے روایات کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ جس کے پاس ضرورت سے زیادہ سواری ہو وہ اس شخص کو دے دے جس کے پاس سواری نہیں اور جس کے پاس زاد راہ نہیں حضورؐ نے ایسی کئی ضرورت کی چیزوں کا ذکر فرمایا جس کے پاس زائد از ضرورت و استعمال ہوں دوسرے محتاج کو دے دیں حتیٰ کہ ہم نے گمان کیا کہ ہمارے پاس ضرورت سے زیادہ جو چیز موجود ہو اس میں ہمارا کوئی حق ہی نہیں ایک دوسرے مقام میں سرور کونین کا ارشاد ہے۔

عن جابر ابن سمره قال قال رسول الله ﷺ اذا اعطی الله احدکم خیراً فلیبدأ بنفسه و اهل بیته (رواہ مسلم)

جب اللہ تعالیٰ تم میں سے کسی کو مال و دولت عطا کر دے تو اس کو چاہیے کہ وہ پہلے اپنی ذات پر اور اپنے اہل و عیال پر خرچ کرے (پھر اس کے بعد حسب مراتب اور متعلقین واعزہ و فقراء و مساکین پر کما حقہ خرچ کردے)

یہی وجہ ہے کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے بغیر نیکی حاصل ہی نہیں ہوتی خود خالقِ کائنات کا ارشاد ہے:

لن تنالو البر حتی تنفقوا مما تحبون۔ یعنی تم نیکی کو اس وقت تک مکمل طور سے حاصل نہیں کر سکتے جب تک اپنے محبوب ترین اور پسندیدہ چیزیں اللہ کی راہ میں خرچ نہ کر دو۔

دوہرا معیار:

آج ہمارا معاملہ اس کے برعکس ہے اول تو تصدق اور انفاق فی سبیل اللہ کا شوق و جذبہ سرے سے موجود نہیں اگر بعض مسلمانوں کے قلوب میں یہ داعیہ پیدا بھی ہو جائے تو تصدق اور خیرات میں بھی دوہرا معیار ہے امراء و روساء کے لئے الگ مخصوص اشیاء اور فقراء و مساکین جو صدقات کے اصل مستحق ہیں کے لئے ردّی، کم قیمت اور مستعمل شدہ چیزیں تبرع میں بھی پیش کی جاتی ہیں۔ حالانکہ محسن حقیقی جل جلالہ کی عجیب شان کہ سب کچھ کا مالک ہو کر بھی اپنے دیئے ہوئے مال کو بھی اپنی راہ میں خرچ کرنے کو اپنے اوپر قرض سے تعبیر فرماتے ہیں اور اپنے نام پر صدقہ کو اپنے ہاں بنک اور لاکرز میں صدقہ کرنے والے کے لئے محفوظ کر کے اسے عجیب وغریب انعامات دینے کا وعدہ فرما رہے ہیں۔ ارشاد ہے:

ان تقرضوا اللہ قرضاً حسناً یضاعفہ لکم و یغفرلکم و اللہ شکور حلیم عالم الغیب و الشھادۃ العزیز الحکیم (سورۃ تغابن)

''اگر تم اللہ کو اچھا قرضہ دو گے تو وہ تمہارے لئے اس کو بڑھاتا جائے گا اور اس کی برکت سے تمہارے دوسرے گناہ بھی معاف فرمائے گا کیونکہ اللہ تو بڑا قدر دان اور بردبار ظاہر و باطن سب کا جاننے والا۔ چشم پوشی فرمانے والا ہے۔''

ترغیب انفاق کی عجیب تمثیل:

اللہ کا اپنے مخلوق پر بے حد مشفق و مہربان ہونے کی ایک جھلک ہمارے روزمرہ کے معمولات اور معاشرتی زندگی میں بھی پائی جاتی ہے۔ والدین کبھی کبھی اپنے نابالغ بچے کے ہاتھ میں کھانے کی ایسی چیز دیکھ کر جو بچے کے لئے مضر ہو واپس کرنے کا مطالبہ کرتے ہیں بچہ ناسمجھی کی وجہ سے انکار کرتا ہے۔ والدین روپے دو روپے کی پیشکش کر کے اپنی ہی چیز کو بچے سے خریدتے ہیں۔ اپنی ہی ملکیت کو خریدنے کے اس عمل کو ہم شفقت پدری و مادری پر محمول کرتے ہیں جبکہ مربی حقیقی وازلی کی شفقت و رافت۔

ارشادات خداوندی:

اپنی مخلوق کے ساتھ مادر و پدر کی محبت و رحمت سے کئی ہزار گنا زیادہ ہے اس کا اپنی ہی دی ہوئی چیز کو قرض کے طور پر لینا اور اس کے بدلے بیش قیمت و بے شمار اجور دینا عقل و نقل کے عین مطابق ہے۔

خالق و مالک حقیقی نے اپنی راہ میں خرچ کرنے والوں کے لئے اخروی نعمتوں کے تعین و بیان کے ساتھ قرآن میں انفاق نہ کرنے والوں اور بخیل لوگوں کی بھی شدت سے مذمت کرتے ہوئے ان کے لئے سزا و عذاب کا کر واضح کر دیا ہے۔ ارشاد ہے: والذین یکنزون الذھب و الفضۃ ولاینفقونھا فی سبیل

اللہ فبشرھم بعذاب الیم یوم یحمیٰ علیھا فی نار جھنم فتکویٰ بھا جباھم جنوبھم و ظھورھم ھذا ما کنزتم لانفسکم فذوقوا ما کنتم تکنزون (التوبہ)

و لا یحسبن الذین یبخلون بما اتاھم اللہ من فضلہ ھو خیرا لھم بل ھو شر لھم سیطوقون ما بخلوا بہ یوم القیامہ۔

''جو لوگ سونا چاندی جمع کر کے رکھتے ہیں اور اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے ان کو سخت ترین عذاب کی خوشخبری سنا دیجئے۔ اس دن اس مال پر جہنم کی آگ دہکائی جائے گی' (جب یہ مال آگ میں خوب گرم و سرخ ہوگا) تو اس سے ان کی پیشانیوں' پہلوؤں پیٹھ کے حصوں کو داغا جائے گا یہ وہی مال ہوگا جسے تم اپنے واسطے جمع کیا کرتے تھے بس اب اپنے جمع کرنے کا مزہ چکھ لو۔

وہ لوگ ہرگز خیال نہ کریں جو ایسی چیزوں میں بخل کرتے ہیں جو اللہ نے ان کو اپنے فضل سے دے رکھی ہیں کہ اللہ نے ان کو جو کچھ دیا ہے' کہ یہ ان کے حق میں اچھی بات ہے بلکہ یہ ان کے لئے بہت ہی بری بات ہے قیامت کے دن وہی چیزیں ان کی گردن کا طوق بنادی جائیں گی' جن میں انہوں نے بخل سے کام لیا۔''

اس سے بڑھ کر کنجوسی اور خساست اور کیا ہے کہ جو اللہ کی طرف سے فرض کردہ زکوٰۃ بھی ادا نہیں کرتے وہ لوگ اور صدقات کیا کریں گے ایسے لوگوں کے بارہ میں حضور اکرم صلعم کے ارشادات میں منقول ہے کہ ان لوگوں کے اموال سے سانپ بنا کر قیامت کے دن ان کی گردنوں میں پہنائے جائیں گے۔

سیم وزر کو اپنی حرص و ہوس کی تکمیل کے لئے جمع کر کے قارون کے خزانوں کی طرح اپنے رعب و دبدبہ کا ذریعہ بنانے والوں کی ذلت نہ صرف اخروی ہے بلکہ دنیا میں ایسے لوگ عوام الناس اور ہر طبقے میں ذلیل و کمینہ سمجھے جاتے ہیں اور ان کا بخل اور اللہ کے راہ میں خرچ نہ کرنے کے عجیب وغریب قصے و واقعات زبان عام و خاص پر رہتے ہیں۔ دنیا میں بھی بے خیر و بے فیض کے نام سے شہرت پاتا اور آخرت کی رسوائی کا تو قرآن و حدیث نے تفصیلی انداز سے بیان کر دیا ہے۔

انفاق فی سبیل اللہ کی برکات:

اب ان لوگوں کے مقابلہ میں وہ لوگ جو انفاق فی سبیل اللہ پر عمل پیرا ہیں ان کی اخروی مراتب و اجور کا تو آپ اکثر خطبات جمعہ میں سنتے رہتے ہیں' تصدق و انفاق فی سبیل اللہ کی ترغیب و تحریص اور درجات پر کافی قرآنی آیات و اقوال النبی صلعم صراحتہ دلالت کرتے ہیں۔ مثلاً ارشاد باری تعالیٰ ہے: مثل الذین ینفقون اموالھم فی سبیل اللہ کمثل حبۃ' انبتت سبع سنابل فی کل سنبلۃ مأۃ حبۃ و اللہ یضاعف لمن یشاء و اللہ و اسع علیم۔

''ان لوگوں کی مثال جو اپنے مالوں کو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ایسی ہے جیسے ایک دانہ (تخم) جس سے

سات خوشے پیدا ہوں ہر خوشے میں سو دانے ہوں اور اس سے بھی زیادہ اللہ جس کو جتنا چاہے عطا فرماتا ہے اور اللہ بڑی وسعت و علم والا ہے۔''

آپ کو اندازہ ہوا گا کہ اللہ کی رضا کے لئے اس کے راستے میں خرچ کرنا کتنا محبوب عمل ہے کہ ایک روپے خرچ کرنے کے عمل کو وہ ہزاروں روپے خرچ کرنے کے برابر اجر سے نوازتا ہے۔

دوسری جگہ فرماتے ہیں: الذین ینفقون اموالھم فی سبیل اللہ ثم لایتبعون ماانفقوا منا و لا اذی لھم اجرھم عندربھم و لا خوف علیھم و لاھم یحزنون۔

''جو لوگ اپنا مال اللہ کی راہ میں اس طرح خرچ کرتے ہیں کہ نہ اس پر زبان سے کوئی احسان جتلاتے ہیں اور نہ اپنے سلوک سے کوئی تکلیف پہونچاتے ہیں تو ایسے ہی لوگوں کو اپنے انفاق کا بدلہ اپنے پروردگار کے پاس سے ملے گا۔''

صدقہ کی فضیلت کے بارے میں محبوب خدا صلعم کا ارشاد ہے:

ما من یوم تصبح العباد فیه الا ملکان ینزلان فیقول احدھما اللھم اعط منفقاً خلفاً و یقول الاخر اللھم اعط ممسکا تلفا (بخاری، مسلم)

''روزانہ ہر صبح کو دو فرشتے اترتے ہیں ایک یہ دعا دیتا ہے کہ الٰہی تو سخی اور خرچ کرنے والے کو مال میں زیادتی اور برکت دے اور دوسرا کہتا ہے کہ نہ دینے والے بخیل اور کنجوس کے مال میں کمی کردے اور اس کو برباد کردے۔

ایک اور جگہ ارشاد ہے: یارسول اللہ ﷺ افتنا عن الصدقة فقال انھا حجاب من النار لمن احتسبھا یبتغی بھا وجه اللہ عزوجل (طبرانی)

''اے اللہ کے رسول اللہ ﷺ صدقہ کے بارہ میں ارشاد فرمائیے کہ کیا ثواب ہے آپؐ نے فرمایا جو اخلاص اور نیک نیتی سے صدقہ کرے گا اس کے لئے صدقہ جہنم سے حجاب یعنی رکاوٹ بن جائے گا۔''

تصدق کے فضائل پر اگر کئی دن قرآنی واحادیثی دلائل پیش کرکے ان کی شرح و تفصیل بیان کرتا رہوں' تو مجھ جیسے نالائق طالب علم کے لئے تو ممکن ہی نہیں' البتہ کسی ماہر مفسر و محدث و واعظ و خطیب کے لئے بھی اس کے بیان کے لئے عمر دراز چاہیے۔

بحث طویل ہوگئی اگرچہ صدقات کی اہمیت کے پیش نظر اس قدر بیان تو میرے خیال میں ضروری تھا لیکن اس وقت عمداً آیت و حدیث کے بیان کا مقصد صدقات کے دنیوی خاصیات کا بیان ملحوظ خاطر تھا جس کے لئے اب وقت ہی نہ رہا۔ انشاء اللہ اگلے جمعہ مزید بیان ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو نیک اعمال بالخصوص صدقات کرنے کی توفیق نصیب فرمائیں۔ (آمین)

مفتی محمد اسمٰعیل طورو *

عورت کا چہرہ اور اس کا پردہ

میڈیا کے غلط استعمال، مغربی فیشن اور طرز فکر نے ہر انسان کے ذھن کو تخریب پسند بنا دیا ہے۔ اور اسی سبب سے بعض مغرب زدہ عوام خواہش نفس پر چل کر اپنی ارواح کو تسکین دیتے ہیں اور اس ذھنی خود تراشیدہ فکر کیلئے قرآن و حدیث میں قطع و برید اور اسکے معانی میں تحریف و تلبیس سے کام لیکر اپنے پاک رب کو ناراض کرتے ہیں۔ محترم قارئین جس طرح کہ میڈیکل کے اختلافی مسئلہ کی تشریح کا حق ڈاکٹر کو ہے انجینئر نگ کے مسئلے پر بحث کا حق انجینئر کو ہے قانون کی تشریح کا حق ماہر جج کو حاصل ہے بالکل اسی طرح شرعی مسئلے کا صحیح صورتِ حال اس کا تعینِ حکمی متند جید عالم دین کو حاصل ہے۔ جس طرح مریض یا عام شخص کا ڈاکٹر سے میڈیکل میں الجھنا بیوقوفی ہے انجینئر نگ کے مسئلے میں اس فن کے غیر ماہر فرد کا انجینئر کے خلاف کتاب اٹھا کر مقابلہ کرنا ابلہی و نادانی ہے۔ بالکل اسی طرح عام فرد کا دین کے کسی مسئلہ کی شرعی حد متعین کرنا اور علماء کرام کے خلاف عدم اعتماد اور دقیانوسیت کے نقارے بجانا صرف بیوقوفی ہی نہیں بلکہ گناہ کبیرہ ہے۔ بعض سادہ لوگوں کا تو کہنا ہے کہ ہم دین کو تو مانتے ہیں ملا کو نہیں مانتے یہ بالکل اس طرح ہے کہ کوئی کہے کہ ہم انجینئر نگ اور ڈاکٹری کو تو مانتے ہیں لیکن انجینئر اور ڈاکٹر کو نہیں مانتے اگر چہ جسطرح ڈاکٹری کو مان کر ڈاکٹر کو نہ ماننا حقیقت میں ڈاکٹری کا انکار ہے اسی طرح عالم کو نہ مان کر دین کو ماننا اسلام کا انکار ہے اور یہ گناہ نہیں چھپا ہوا کفر ہے۔ ڈاکٹری ڈاکٹروں نے پہنچائی ہے تو دین کا رشتہ اسلاف کیساتھ علماء ہی نے تو جوڑا ہے۔ سب سے اہم یہی تمہید تھی۔ اس لئے اس پر قدرے بحث کی گئی۔

چہرہ کے پردہ پر بحث کرنے سے پہلے ان حضرات کے دلائل آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ چہرہ چھپانا کوئی ضروری نہیں ہے۔

ان کی پہلی دلیل یہ آیت ہے ولایبدین زینتھن الا ماظھر منھا (سورۃ نور) اور عورتیں اپنی زینت ظاہر نہ ہونے دیں مگر بجز اس کے جو خود ظاہر ہو جائے۔ اس کی تفسیر میں ابن عمرؓ اور دیگر بعض صحابہؓ سے مروی ہے کہ اس سے مراد چہرہ اور ہتھیلی ہے۔ (لہٰذا چہرہ نہیں چھپانا چاہئے)

---

* دارالافتاء جامعہ اسلامیہ راولپنڈی

ان کی دوسری دلیل ابوداؤد شریف کی وہ روایت ہے جس میں حضور ﷺ کی سالی اسماءؓ ان کے گھر اس حال میں آئی کہ اس نے باریک کپڑے پہنے ہوئے تھے حضور ﷺ نے ان سے رخ موڑا اور ارشاد فرمایا کہ اسماء عورت جب بالغ ہو جائے تو اس کے علاوہ اس کا کچھ نظر نہیں آنا چاہیے اور چہرہ اور ہتھیلی کی طرف اشارہ کیا (قرطبی ج ۱۲ص ۲۲۸)

ان کی تیسری دلیل ترمذی شریف میں مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فضل ابن عباسؓ کو حج کے موقع پر سواری کے پیچھے بٹھایا ہوتھا۔ایک عورت نے حضور ﷺ سے مسئلہ پوچھا جسکا چہرہ کھلا ہوا تھا تو فضلؓ اسکو دیکھ رہے تھے تو حضور اکرم ﷺ نے ان کی گردن ہاتھ سے موڑ دی۔

ان کے دلائل پر تبصرہ:

پہلی دلیل کے متعلق عرض یہ کہ جس طرح اس آیت کی یہ تفسیر منقول ہے اسی طرح دیگر صحابہؓ سے اور تفاسیر بھی منقول ہیں جو آگے جا کر نقل ہونگیں۔جن سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت کو چہرہ کھلا رکھنے کے بارے میں قطعی ماننا کسی حال میں بھی ،، علمی لحاظ ،، سے درست نہیں ہے۔

دوسری بات اس قسم کی تفاسیر کی صحت کا ہے چنانچہ اس آیت کے متعلق جن مرسل روایات کو پیش کیا جاتا ہے اسمیں ایک ابن عباسؓ کی روایت پیش کی جاتی ہے (بیہقی ج ۲ص ۲۲۵) جسمیں عبداللہ بن مسلم بن ہرمز ہے جو ضعیف ہے اور اس کا اِس معنیٰ میں کوئی متابع نہیں اور بیہقی میں ایک اور روایت بھی ابن عباسؓ سے ہے لیکن اسمیں ،، خفیف ،، ضعیف ہے عائشہؓ کی روایت بھی اسمیں نقل کی جاتی ہے کہ الا ما ظہر منہا سے مراد چہرہ اور ہتھیلی ہے (بیہقی) لیکن اسمیں عقبہ بن عبداللہ الاصم ضعیف ہے۔(سنن کبری ج ۲ص ۲۲۶ میں) انسؓ سے بھی اس قسم کی روایت ہے لیکن اسکی سند معلوم نہیں باقی تابعین ؒ کی کچھ روایتیں بھی اسطرح کی ہیں لیکن ان کی سندیں مخدوش ہیں۔حضرت اسماءؓ کی جو حدیث ابوداؤد شریف کے حوالے سے نقل کی جاتی ہے وہ مرسل روایت ہے مرفوع نہیں یعنی اسکی سند میں انقطاع ہے اسلئے کہ خالد بن دریک کا حضرت عائشہؓ سے سننا ثابت نہیں ہے۔اور ابوداؤدؒ نے خود ابوداؤد ہی میں اس روایت پر تنقید کی ہے۔ تو کیا ان کے نزدیک اس طرح کی روایت حجت ہے؟ اور فضلؓ کی روایت کا تعلق حج کے ساتھ ہے اور حج کے دوران چہرہ چھپانے کے وہی احکام نہیں جو عام حالات میں ہیں۔

اہم نکتہ:- اس آیت کے مفہوم کو تفسیروں کے مختلف بیانات نے اچھا خاصا مبہم بنا دیا ہے ورنہ بجائے خود بات بالکل صاف ہے۔پہلے فقرے میں ارشاد ہوا ہے کہ ولا یبدین زینتھن : وہ اپنی آرائش وزیبائش کو ظاہر نہ کریں۔ اور دوسرے فقرے میں :الا: بول کر اس حکم نہی سے جس چیز کو مستثنیٰ کیا گیا ہے وہ ہے ما ظہر منہا جو کچھ اس آرائش وزیبائش میں سے ظاہر ہوا یا ظاہر ہو جائے۔اس سے صاف مطلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کو خود اس کا اظہار اور

اس کی نمائش نہیں کرنی چاہیے۔ البتہ جو آپ سے آپ ظاہر ہو جائے (جیسے چادر کا ہوا سے اڑ جانا اور کسی کی زینت کا کھل جانا) یا جو آپ سے آپ ظاہر ہو (جیسے وہ چادر جو اوپر سے اوڑھی جاتی ہے۔ کیونکہ بہر حال اس کا چھپانا تو ممکن نہیں ہے۔ اور عورت کے جسم پر ہونے کی وجہ سے بہر حال وہ بھی اپنے اندر ایک کشش رکھتی ہے) اس پر خدا کی طرف سے کوئی مواخذہ نہیں ہے۔ یہی مطلب اس آیت کا حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حسن بصریؒ، ابن سیرینؒ اور ابراہیم نخعیؒ نے بیان کیا ہے۔ اس کے برعکس بعض مفسرین نے ما ظہر منہا کا مطلب لیا ہے ما یظھرہ الانسان علی العادۃ الجاریۃ (جسے عادۃ انسان ظاہر کرتا ہے)، اور پھر وہ اس میں منہ اور ہاتھوں کو ان کی تمام آرائشوں سمیت شامل کر دیتے ہیں۔ یعنی ان کے نزدیک یہ جائز ہے کہ عورت اپنے منہ کو مسی اور سرمے اور سرخی پاؤڈر سے اور اپنے ہاتھوں کو انگوٹھی چھلے اور چوڑیوں اور کنگن وغیرہ سے آراستہ رکھ کر لوگوں کے سامنے کھولے پھرے۔ یہ مطلب ابن عباسؓ اور ان کے شاگردوں سے مروی ہے۔ لیکن ہم یہ سمجھنے سے بالکل قاصر ہیں کہ ماظہر کے معنی ما یظہر عربی زبان کے کس قاعدے سے ہو سکتے ہیں؟ ،، ظاہر ہونے ،، اور ،، ظاہر کرنے ،، میں کھلا ہوا فرق ہے اور ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن صریح طور پر ،، ظاہر کرنے ،، سے روک کر ،، ظاہر ہونے ،، کے معاملے میں رخصت دے رہا ہے۔ اس رخصت کو ظاہر کرنے کی حد تک وسیع کرنا قرآن کے بھی خلاف ہے اور ان روایات کے بھی خلاف جن سے ثابت ہوتا ہے کہ عہد نبوی میں ،، حکم حجاب ،، آجانے کے بعد عورتیں کھلے منہ نہیں پھرتی تھیں۔ اور ،، حکم حجاب ،، میں منہ کا پردہ شامل تھا۔ اور احرام کے سواء دوسری تمام حالتوں میں نقاب کو عورتوں کے لباس کا ایک جز بنا دیا گیا تھا۔ پھر اس سے بھی زیادہ قابل تعجب بات یہ ہے کہ اس رخصت کے حق میں دلیل کے طور پر یہ بات پیش کی جاتی ہے کہ منہ اور ہاتھ عورت کے ستر میں داخل نہیں ہیں۔ حالانکہ ،، ستر ،، اور ،، حجاب ،، میں زمین اور آسمان کا فرق ہے۔ ،، ستر ،، تو وہ چیز ہے جسے محرم مردوں کے سامنے کھولنا بھی ناجائز ہے۔ رہا ،، حجاب ،، تو وہ ستر سے زائد ایک چیز ہے جسے عورتوں اور غیر محرم مردوں کے درمیان میں ،، حائل ،، کیا گیا ہے اور یہاں بحث ،، ستر ،، کی نہیں۔ بلکہ ،، احکام حجاب ،، کی ہے۔ (القاء السکینۃ فی تحقیق ابداء الزینۃ)

اصل میں چہرہ کھولنے کے متعلق جو دلائل پیش کیے جاتے ہیں یا تو ان کا تعلق حج کے موقع کے ساتھ ہوتا ہے یا پھر اسکے مقابلے میں دیگر کثیر متعارض روایات موجود ہوتی ہیں یا ستر عورت اور مسئلہ حجاب میں فرق نہ کرنے کی بنا پر غلط فہمی لگ جاتی ہے یا چونکہ پندرہ سال تک پردہ کا حکم نازل نہیں ہوا تھا لہذا پردہ کے نازل ہونے سے پہلے عورتوں کا چہرہ نہ چھپانے والی روایات سامنے لائی جاتی ہیں یا حضور اکرم ﷺ کے پاس ایک عورت نکاح کی غرض سے آتی ہے اور حضور ﷺ اسکے چہرے کو دیکھ لیتے ہیں اور یا دیگر ضعیف مرسل روایات کو پیش کر کے چہرہ کھولنے کا مشورہ دیا جاتا ہے

<u>چہرہ چھپانے کے دلائل</u>　　پہلی بات۔ آئمہ مجتہدین جمہور فقہاء امام مالک امام شافعی کے اکثر حضرات اور امام

احمد رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ عورت کیلئے چہرہ چھپانا فرض، لازم اور ضروری ہے۔ اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ چہرہ ستر عورت میں داخل تو نہیں لیکن پردہ (حجاب) میں داخل ہے اور پردہ اس کا واجب اور لازم ہے ۔ آئمہ اربعہ کے مذاہب کی کتب معتبرہ کے حوالے ملاحظہ ہوں۔ (المغنی لابن قدامہ حنبلی ج ۶ ص ۵۵۸، ۵۵۹)۔ شرح مہذب للنووی شافعی۔ فتاوی شامی) فتاوی ابن تیمیہ حنبلیؒ کی عبارت ملاحظہ ہو

فما ظهر من الزينة هو الثياب الظاهرة فهذا لا جناح عليها في ابدائها اذا لم يكن في ذلك محذور آخر فان هذه لا بد من ابدائها وهذا قول ابن مسعودؓ وغيره وهو المشهور عن احمدؒ وقال ابن عباسؓ: للوجه واليدين من الزينة الظاهره، وهي الرواية الثانية عن احمد وهو قول طائفة من العلماء كالشافعي وغيره وامر سبحانه النساء بارخاء الجلابيب لئلا يعرفن ولا يؤذين وهذا دليل على القول الاول وقد ذكر عبيده السلماني وغيره: ان نساء المؤمنين كن يدنين عليهن الجلابيب من فوق رءوسهن حتى لا يظهر الا عيونهن لاجل رؤية الطريق وثبت في الصحيح ،،ان المراة المحرمة تنهى عن الانتقاب والقفازين،، وهذا مما يدل على ان النقاب والقفازين كانا معروفين في النساء اللاتي لم يحرمن وذلك يقتضي ستر وجوههن وايديهن" (فتاوی ابن تیمیہ ج ۱۵ ص ۳۷۰ اور ۳۷۱) فقال ابن مرزوق مشهور المذهب (للشوافع) وجوب سترهما (الوجه والكفين) (عليش في منح الجليل ج ۱ ص ۱۳۳، مواهب الجليل ج ۱ ص ۳۹۹ و ۵۰۰) وقال البلقيني الترجيح بقوة المدرك والفتوى على ما في المنهاج ومذهب الشافعيه ويحرم نظر فحل بالغ الى عورة حرة اجنبية وكذا وجهها وكفيها عند خوف الفتنة وكذا عند الامن على الصحيح (مغني المحتاج ج ۳ ص ۱۲۸، نهاية المحتاج ج ۶ ص ۱۸٤) ومذهب الحنابلة فاما نظر الرجل الى الاجنبية من غير سبب فانه محرم الى جميعها في ظاهر كلام احمد (مغني) وتمنع المراة الشابة من كشف الوجه بين الرجال لا لانه عورة بل لخوف الفتنة (در مختار الحنفي كتاب الكراهية عن قهستاني)

اب آپ آیات قرآنیہ، ارشادات نبویہ، براہین عقلیہ اور پردہ کے حق میں غیر مسلم فلاسفروں کی آراء اور زمانہ جاہلیت میں عرب سمیت یورپین ممالک میں پردہ پر عمل کے متعلق تحقیق ملاحظہ فرمائیں۔

پہلی دلیل:

یا ایھا النبی قل لازواجک و بناتک و نساء المومنین یدنین علیھن من جلابیبھن (قرآن) اے پیغمبر خداﷺ اپنی بیویوں، بیٹیوں اور مسلمانوں کی بیویوں کو کہہ دیجئے کہ (باہر جاتے وقت) اپنے اوپر اپنی چادریں ڈالیں۔

والجلباب فی لغۃ العرب التی خاطبنا بھا رسول اللہ ﷺ ھو ما غطی جمیع الجسم لا بعضہ (محلی ابن حزم ص۲۱۷)

روایات میں آتا ہے کہ اس آیت کے اترنے کے بعد صحابیاتؓ ایک آنکھ کھول کر دیوار سے لگ لگ کر میلی کچیلی باہر جایا کرتی تھیں (ابن ماجہ۔ درمنثور)۔ تفصیل میں جانے کی بجائے آپ از خود معتبر تفاسیر میں اس آیت کی تفسیر ملاحظہ فرمائیں۔ صاحب روح المعانی نے عورت کا چہرہ چھپانے کے متعلق تفصیلی بحث کی ہے اور لکھا ہے کہ یدنین کا مطلب ہی یہی ہے کہ چہرہ پر کپڑا ڈالنا یدنین علیھن یرخین علیھن یقال اذا زل الثوب عن وجہ المراتہ ادنی ثوبک علی وجھک (ج۱۲ص۸۹) اور امام ابن جریر طبری نے جامع البیان میں ج۲۲ص۳۳، علامہ ابوبکر جصاص نے احکام القرآن میں ج۳ص۴۵۸، علامہ زمخشری نے الکشاف میں ج۲ص۲۲۱، قاضی بیضاوی نے تفسیر بیضاوی ج۴ص۱۶۸ میں، علامہ نظام الدین نیشاپوری نے غرائب القرآن میں ج۲۲ص۳۲ اور امام رازی نے تفسیر کبیر میں ج۶ص۵۹۱ یدنین علیھن من جلابیبھن کا یہی مطلب بیان کیا ہے کہ عورتیں چادر سر پر ڈال کر پلو چہرے پر ڈال کر چہرے کو چھپائیں۔ چنانچہ تفسیر روح المعانی (ج۲۲ص نمبر ۸۸/۸۹) میں ہے کہ محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے عبیدہ سلمانی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ اس آیت کی عملی تفسیر فرمائیں انہوں نے چادر لی اور بدن اور چہرہ چھپا کر بائیں جانب سے آنکھ نکالی (انتہی)۔ صاحب روح المعانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں عورتیں چہرہ کو کھولتی تھیں اس آیت کے اترنے کے بعد چہرہ چھپانے کا حکم ہوا۔ یہی تشریح زیادہ مناسب ہے ابن سعدؒ نے حضرت محمد بن کعب قرظی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو حکم دیا کہ چہرہ چھپالیا کریں۔ ابن جریر ابن ابی حاتم ابن مردویہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں عورتوں کو حکم دیا کہ چہرے چھپالیا کرو اور صرف ایک آنکھ چادر سے کھول لیا کرو اور سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ چادر اسطرح پہنے کہ گلا بھی نظر نہ آئے (تفصیل ہذا تفسیر درمنثور ج۴ص۲۲۱/۲۲۲)

والقواعد من النساء اللاتی لا یرجون نکاحا فلیس علیھن ان یضعن ثیابھن ابن مسعودؓ، ابن عباسؓ، ابن عمرؓ، مجاھدؒ، سعید ابن جبیرؒ، ابوالشعثاءؒ، ابراھیم نخعیؒ، حسنؒ، قتادۃؒ، زہری

"اور اوزاعیؒ وغیرہ ان سے اس آیت کی تفسیر میں مروی ہے کہ ان کپڑوں سے مراد چادر ہے کہ بوڑھیاں ان کو رکھ سکتی ہیں اور چہرے کھول سکتی ہیں اور نوجوان چہرہ نہیں کھول سکتیں۔ واضح رہے کہ اصول حدیث کا قاعدہ ہے کہ صحابی کی تفسیر حضور اکرم ﷺ کا قول سمجھا جائے گا (تدریب)

صحابیات کا عمل آپ نے دیکھ لیا اب آپ دوسری دلیل ملاحظہ فرمائیں۔

۲- واذا سالتموھن متاعا فاسئلوھن من وراء حجاب (سورۃ احزاب) جب عورتوں سے کوئی چیز مانگو تو پردے کی اوٹ سے مانگو۔

اس پر بحث کی ضرورت نہیں بلکہ یہ بالکل واضح ہے کہ جب عورت پردے کی اوٹ میں ہوگی تو پوری چھپی ہوگی اور آیت کا تعلق ،،ستر عورت،، سے نہیں بلکہ ،،مسئلہ حجاب،، سے ہے۔ (اور اس کی پشت پر کوئی دلیل نہیں ہے کہ یہ امہات المومنین کی خصوصیت تھی)

۳- ولا یبدین زینتھن الا ماظھر منھا (سورۃ نور) اور عورتیں اپنی زینت ظاہر نہ ہونے دیں مگر بجز اس کے جواز خود ظاہر ہو جائے۔ اب یہ متعین کرنا ہے کہ کونسی جگہیں ،،ظاہر کرنے،، والی یا از ،،خود ظاہر ہوے،، والی ہیں اور کونسی چھپانے کی ہیں چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ حضرت انسؓ اور حضرت ابن عباسؓ کی ایک روایت کے مطابق ،،نہ چھپانے والی جگہوں،، سے آنکھ اور انگلی یا ظاہری کپڑے اور پردے کی چادر مراد لیتے ہیں جس سے معلوم ہوا کہ عورت کو چہرہ چھپانا چاہیے۔ ہاں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ مروی ہے کہ اس سے مراد چہرہ اور ہتھیلی ہے۔ لیکن اسکا مطلب یہی ہے کہ قاضی کے ہاں شہادت کے دوران یا نماز کے دوران یا حج کے دوران یا کوئی تجارتی بڑا معاملہ طے کرتے وقت یا نکاح وغیرہ کے وقت ضرورۃ للحاجۃ چہرہ کھولنے کی اجازت ہے (اس لئے کہ یہ ،،ستر عورت،، میں شامل نہیں) (ہدایہ شریف آخرین)

یاد رکھو ایک ،،ستر عورت،، ہے اور ایک ،،مسئلہ حجاب (پردہ)،، ہے۔ اس آیت کا تعلق ستر عورت کیساتھ ہے کہ چہرہ ،،ستر عورت،، میں شامل نہیں۔ اور پہلی ذکر کردہ آیت کا تعلق ،،حجاب (پردہ)،، کیساتھ ہے۔ اس بات کو سمجھیں کہ ،،مسئلہ حجاب،، اور مسئلہ ،،ستر عورت،، الگ الگ ہیں اس کو آپس میں خلط ملط نہ کریں۔ سورۃ احزاب والی آیت پہلے اتری ہے جس پر صحابیات کا عمل ایسا رہا کہ ایک آنکھ کھول کر دیواروں سے لگ لگ کر میلی کچیلی باہر نکلتی تھیں۔ اور ولا یبدین والی آیت بعد میں اتری ہے۔ تو کیا یہ عقل میں آنے والی بات ہے کہ پہلے تو ایک آنکھ یا دو آنکھوں کے کھولنے اور چہرہ چھپانے کا مشورہ اور حکم دیا گیا اور پھر پورا چہرہ کھولنے کا حکم ہوا؟ نہیں بلکہ دونوں میں بے غبار جوڑ یہ ہے (ورنہ پھر تو نعوذ باللہ اللہ تعالیٰ کے کلام میں تضاد نظر آجائیگا) کہ پہلی آیت کا تعلق ،،مسئلہ حجاب،، سے ہے اور دوسری کا تعلق مسئلہ ،،ستر عورت،، سے ہے۔

ایک ہے خواہش نفس پر چلنا اور اس پر اپنے لئے قرآن وحدیث سے دلیل ڈھونڈنا جس کو منطق کی اصطلاح میں ,,a priori،، کہتے ہیں اسکا کوئی علاج نہیں اور اگر کوئی عورت سنجیدگی سے شریعت پر عمل کرنا چاہتی ہے تو تقوی اور احتیاط کا یہی پہلو ہے کہ اللہ تعالی کی شریعت کے سامنے سر تسلیم خم کرے اور چہرہ کو چھپا کر چلے جس میں عورت کی عزت بھی ہے اور مردوں سے حفاظت بھی۔

۴- ابوداؤد اور ترمذی شریف میں مروی ہے کہ پیغمبر خدا ﷺ نے فرمایا کہ حج کرنے والی عورت حالت احرام میں اپنا چہرہ نہ چھپائے اس پر نقاب نہ ڈالے۔

اس سے صاف معلوم ہوا کہ چونکہ عورت کو عام طور پر چہرہ چھپانے کا حکم ہے اس لئے حکم ہوا کہ یہ مسئلہ حج میں نہیں۔

۵- بلکہ موطا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ہم حالت احرام میں بھی چہرہ چھپاتی تھیں۔ یہی حنفی مسلک ہے کہ عورت حالت احرام میں چہرے پر نقاب تو نہ ڈالے لیکن اس انداز سے نقاب (veil) ڈالے کہ چہرہ کیساتھ لگے بھی نہیں تاکہ حج خراب نہ ہو اور پردہ بھی ہو مثلاً سر پر لکڑی کا چھتہ رکھکر اسپر چہرے کی طرف پلو لٹکائے۔

۶- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ عورت پردے کی صورت میں سر سے چادر چہرے پر ڈالے (فتح الباری)

۷- یہودیوں کیساتھ غزوہ بنو قینقاع کی جنگ تو اس لئے چھڑ گئی تھی اور ان کو مدینہ سے تو اس لئے در بدر کر دیا گیا تھا کہ ایک مسلمان باپردہ عورت کو بازار میں ایک یہودی نے کہا چہرہ دکھا اس نے انکار کیا یہودی نے زبردستی کی عورت نے مدد کیلئے پکارا ایک مسلمان نے آ کر اس یہودی کو جہنم رسید کیا۔ دوسرا یہودی آیا اور مسلمان کو شہید کر دیا حضور اکرم ﷺ نے یہودیوں پر چڑھائی کی اور یہ سب کچھ اللہ تعالی کے حکم سے ہوا لیکن پوری جنگ چہرے سے چھڑ گئی اور اب مسلمان عورتوں کے ہاں اسکی کوئی اہمیت نہیں۔ اللہ تعالی ہم کو سمجھ اور عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین (سیرۃ ابن ہشام۔ البدایہ والنہایہ)۔

۸۔ ابن شماس ؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے پاس ایک عورت آئی اسکا نام ام خلاد تھا اپنے بیٹے کے بارے میں جو شہید ہو چکے تھے نبی ﷺ سے پوچھ رہی تھیں اور اس نے نقاب کیا تھا تو بعض صحابہ ؓ نے اس کو کہا کہ اپنے بیٹے کے بارے میں پوچھ رہی ہو اور نقاب بھی کیا ہوا ہے ؟ (اتنی پریشانی کے عالم میں بھی چہرہ چھپانا نہیں بھول رہی ہو) تو اس عورت نے جواب دیا کہ میں اپنے بیٹے کو کھو چکی ہوں حیا اور غیرت تو نہیں کھو چکی۔ (حاشیہ ابوداؤد شریف ،کتاب الجہاد، باب فضل قتال الروم)

۹۔ مسلم، ابوداؤد، ترمذی، سنن نسائی، مستدرک حاکم، صحیح ابن حبان اور طبرانی حدیث کی کتابوں میں جو اس قسم کی لاتعداد احادیث مروی ہیں کہ جو آدمی جس عورت سے شادی کرنا چاہے تو اس کو پہلے دیکھے (اور دیکھنے سے مراد بغیر

کپڑوں اور دوپٹے کے نہیں ہے بلکہ مراد چہرہ اور قد وغیرہ کو دیکھنا ہے) چنانچہ انظر الیھا فانه احری ان یودم بینکما جیسی احادیث کا یہی مطلب ہے کہ عورت کا چہرہ دیکھنا عام حالات میں شرعاً غلط ہے اسلئے تو صحیح ابن حبان کے الفاظ اسطرح ہیں و لاباس ان ینظر الیھا (زیلعی ج ۲ ص ۲۸۹) کہ کوئی حرج نہیں ہے یعنی اسکا الٹا مفہوم یہی نکلتا ہے کہ اس ضرورت کے بغیر عورت کے چہرے کو دیکھنا خلاف شریعت ہے۔ اور عورت کے جس حصے کا دوسرے کیلئے دیکھنا ممنوع ہے تو ظاہر ہے اس کا چھپانا بھی لازم ہوگا۔

۱۰۔　　حضرات فقہاء کرام نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ شوہر اپنی بیوی کو جن وجوہات کی بنا پر سزا دے سکتا ہے ان میں سے ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اسکی بیوی اگر کسی غیر محرم کے سامنے چہرہ کھولے یا اس سے بات کرے۔ او کشفت وجھھا لغیر محرم او کلمته (باب التعزیر فتاوی شامی ج ۳ ص ۱۹۰)

پس خلاصہ یہ ہے کہ عورت کیلئے قرآن میں یہی حکم ہے کہ وہ گھر میں رہے اور گھر سے باہر نہ نکلے الا یہ کہ حاجت پیش آجائے۔ اب اگر وہ حاجت کیلئے نکلے تو اسکو حکم ہے کہ بڑی چادر میں چہرہ اور بدن چھپا کر باہر نکلے اور اس سے دو صورتیں مستثنیٰ ہیں جس میں وہ چہرہ کھول سکتی ہے نمبر ایک مثلاً حج میں رش، گواہی کی ادائیگی یا کوئی اور حاجت اور نمبر دو کام کاج کے وقت بغیر قصد کے چہرہ کھل جائے لیکن ان دونوں صورتوں میں مردوں کو یہی حکم ہے کہ وہ نظروں کی حفاظت کریں۔

۱۱۔　　غیر مسلم ترقی یافتہ ممالک کی عورتیں زمانہ قدیم میں بھی نہایت ہی ہر شر سے سالم پردہ کیا کرتی تھیں۔ یہاں تک کہ چار دیواری ہی کے اندر رہتی تھیں اور باہر نہ نکلتی تھیں (''سوشلزم کی تعمیر نو'' از گورباچوف۔ صفحہ ۱۱۷۔ پروفیسر آرنلڈ ٹائن بی ''عورت اسلامی معاشرہ میں'' ص ۳۷۔ پردہ۔ عورت کا نظام عفت وعصمت)

۱۲۔　　یہی حال زمانہ جاہلیت کے خاندانی عورتوں کا تھا اس کیلئے جاہلی شاعر سبر فقعسی کا شعر ملاحظہ فرمائیں جس نے اسلام کے زمانے کو پایا ہی نہیں۔ اور اپنے فریق مخالف کو عار دلا رہا ہے کہ تمہاری ہمارے ساتھ لڑائی کے دوران،، تمھاری عورتیں ڈر کیوجہ سے چہرہ کے پردہ کو بھی بھول جاتی ہیں۔ ان کے چہرے کھلے رہتے ہیں خاندانی عورتیں نہیں بلکہ لونڈیاں لگتی ہیں و نسوتکم فی الروع بادو جوھھا یخلن اماء والاماء حرائر (حماسه ص نمبر ۴۱)

آخری دونوں دلائل لانے کی وجہ یہ ہے کہ میری معزز ماں بہنو: یہ پردہ صرف اسلام کا مسئلہ نہیں یہ غیرت وحیا اور ناموس کا بھی مسئلہ ہے خاوند کا اپنی بیوی یا بھائی کا اپنی بہن کو پردہ کی دعوت دیتے وقت بیوی بہن کا یہ جواب سراسر غلط ہے۔ کہ تو خود دین پر عمل نہیں کرتا اور مجھے پردہ کا کہتا ہے اس لئے کہ داڑھی کاٹنا یقیناً کبیرہ گناہ اور حرام ہے لیکن دنیاوی ناموس وغیرت کا اس کے ساتھ تعلق نہیں اور بے پردگی صرف گناہ نہیں بلکہ بے حیائی اور بے شرمی کیساتھ

ناموس کی موت ہے۔

۱۳- عقلی دلیل- اسلام نے پردہ کا کیوں کہا؟ یا کہا ہی نہیں؟ اور اگر کہا ہے اور یقیناً کہا ہے تو اسمیں کیا فوائد ہیں اس کے جوابات آپ خود متعین فرمائیں لیکن میں صرف یہ بات جانتا ہوں کہ،، حسن کا حقیقی سرچشمہ،، اور پورے بدن کے،، حسن کا ترجمان،، چہرہ نہ چھپا کر باقی بدن کا پردہ کرنا کہاں کا پردہ ہے؟ خدا کی قسم یہ صرف اپنے نفس کو دھوکہ میں ڈالنے اور شیطان کو خوش کرنے والی بات ہے۔

عقلی دلیل نمبر ۲:

اگر کوئی لڑکا باہر کسی ملک میں رہتا ہو۔ اور لڑکی یہاں پر ہو اور رشتے کی بات چل جائے۔ تو لڑکا وہاں سے خبر بھیجتا ہے کہ لڑکی کی تصویر بھیجو۔ تو گھر والے لڑکی کی تصویر کھینچ کر لڑکے کی طرف بھیج دیتے ہیں۔ لڑکی والے لڑکی کی تصویر بغیر کپڑوں کے کھینچ کے نہیں بھیجتے ہیں۔ بلکہ چہرہ اور قد کو دیکھ کر لڑکا لڑکی کو پسند کرتا ہے۔ جس سے صاف معلوم ہوا کہ بدن کے حسن کا حقیقی چیز چہرہ ہی ہے۔ پسند ناپسند چہرہ سے ہی ہوتا ہے لہٰذا اس کا چھپانا لازم اور ضروری ہے۔

ادلہ پر کچھ بحث کرنے کے بعد اب کچھ متفرق ذہن ساز باتوں اور شیطانی بہانوں کے جوابات کی طرف اپنا رخ موڑتے ہیں۔

شرعی پردہ یا رواجی پردہ؟ شرعی پردہ نہ کہ رواجی پردہ مطلب یہ ہے کہ جس پردہ کی طرف شہوت ابھرے یا نظریں لپکیں وہ پردہ نہیں بلکہ پردے کے نام پر فحاشی ہے۔ امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وہ باپردہ عورت جسکے پردہ کی طرف نظریں لپکیں وہ عورت بے پردہ ہے۔ تو کیا آج کل کے رواجی پردے سے شہوات دب جائیں گی؟ ہرگز نہیں اسی طرح تنگ و چست لباس پہن کر صرف چہرہ پر نقاب ڈال کر باقی جسم کی نمائش کرنا یا آج کل کی وہ کالی اور گرے کلر کی چادریں جو بدن سے بالکل چپک کر بدن کا ہر حصہ الگ نظر آتا ہے کیا پردہ ہے؟ یا پردے کے نام پر فحاشی؟ کیا پیغمبر خدا ﷺ نے نہیں فرمایا تھا کہ عورت باہر میلی کچیلی نکلے ولیخرجن تفلات (ابن ماجہ) اور گھر میں خاوند کیلئے زینت کرے؟

آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ پر عمل کی یہی صورت ہے کہ یا ایسا کھلا برقعہ ہو جسمیں پورا بدن ڈھکا رہے یا ایسی موٹی چادر جو ٹخنوں کے نیچے تک ہو۔ بدن سے چپکے اور نہ دلکش ہو اور اس میں ہاتھ گال یا دائیں یا بائیں کندھے پر رکھ کر ایک آنکھ سے راستہ کی طرف دیکھا جائے۔ یا دونوں آنکھوں کو اس طرح کھولا جائے کہ راستہ تو نظر آئے لیکن سامنے والے کو آنکھیں نظر نہ آئے۔

بعض ‘‘صحافی’’ لکھتے ہیں کہ یہ نظریہ،، قدیم اسلامی،، ہے،، جدید یا ماڈرن اسلام،، کے علمبرداروں کا یہ نظریہ نہیں ہے۔ تو میں ان صحافیوں سے پوچھتا ہوں کہ کیا اسلام ایک ہے یا دو ہیں؟ یا جو اسلام کے پابندی والے

احکام پر عمل نہیں کر سکتے انہوں نے اپنے لئے کوئی،، نیا آسان خواہش نفس کے مطابق،، اسلام گھڑ لیا؟ یہ حضرات لکھتے تو ''چہرہ'' کے پردہ پر ہیں لیکن گھر پر ان کے بچیوں کے دوپٹے بھی غائب ہوتے ہیں۔ ایک طرف تو بے پردگی ہے اور دوسری طرف جو نیک خواتین دین پر عمل پیرا ہیں ان کے دل میں دین کے بارے میں شکوک پیدا کئے جا رہے ہیں۔ بعض عورتیں کہتی ہیں کہ پردہ دل کا صاف ہونا چاہیئے۔ تو کیا صحابیات جو نہایت بہترین زمانہ میں کامل مکمل پردہ کرتی تھیں انکا دل بے پردہ تھا نعوذ باللہ یہ بہت ہی غلط بات ہے اور ایک تنظیم بنی ہے جو ننگے گھومتے پھرتے ہیں اس میں لاکھوں مرد اور عورتیں شریک ہیں اگر وہ یہ کہیں کہ ہمارا دل صاف ہے اس لئے ہم نے ننگا پن اختیار کیا ہے تو آپ ان کو کیا جواب دیں گے؟ دل صاف ہونے کی دلیل قرآن وحدیث پر عمل ہے۔ بعض کہتی ہیں زمانہ جدید ہو گیا ہے اور تم لوگ پرانی باتیں کرتے ہو جواب یہ ہے کہ زمانہ بدل گیا ہے تو کیا شریعت منسوخ ہو گئی۔ جب اچھے زمانے میں اس طرح پردہ تھا۔ تو اب تو میڈیا نے ہر کسی کے دل کو شہوات سے بھر دیا ہے تو اب تو خوب پردہ کرنا چاہیے نہ کہ کپڑے اتار دینے چاہئیں۔

بعض عورتیں کہتی ہیں کہ پردہ کا کہنے والے شکی ہیں بدگمانی کرتے ہیں اس لئے پردہ کا کہتے ہیں۔ جواباً عرض ہے کہ نعوذ باللہ کیا اللہ اور رسول ﷺ شکی تھے جنہوں نے پردہ کا حکم دیا۔

میری ماں بہنو: مغرب اس بے پردگی کی سیلاب سے تنگ آ چکا ہے۔ آپ جدید لٹریچر پڑھیں آپ کو پتہ لگ جائے گا کہ جس چیز سے وہ تنگ آ چکے اس پر قابو پانے میں ناکامی کے بعد اس چیز کو مسلمانوں اور خصوصاً مشرق پر ڈال رہے ہیں۔ ژدلیمان، مسز جونی، ڈاکٹر سموئیل، پروفیسر آرنلڈ ٹائن بی، مسز مارگن، امریکی ایکٹرس مسز سپیرگ اور مس انی روڈ جیسے مانے ہوئے ماہرین نفسیات اور سکالروں کا جدید لٹریچر کا مطالعہ کریں تو آپکو پتہ لگ جائے گا کہ یہ مولویوں کی باتیں نہیں بلکہ جن کافر سکالروں کو بعض مغرب زدہ مسلمان قرآن وحدیث سے بھی زیادہ درجہ دیتے ہیں وہ بھی چیخ چیخ کر عورت کو امور خانہ داری کے ساتھ انسلاک، خاوند کی خدمت: بچوں کی تربیت اور چادر چار دیواری میں لانے کے قائل ہیں۔ اس لئے کہ وہ اسکی سزا بھگت چکے ہیں گورباچوف اپنی کتاب '' سوشلزم کی تعمیر نو'' میں لکھتے ہیں (بلکہ پورا ایک باب perestroika. pg 117) اس پر قائم کیا ہے کہ عورت کو دوبارہ چار دیواری میں لانا چاہیے) وہ لکھتے ہیں کہ ''ہم عورتوں کو معیشت میں ترقی کیلئے باہر لائے۔ لیکن جو انہوں نے منافع اور وسائل پیدا کئے وہ ان مسائل کے مقابلے میں کم ہیں جو انہوں نے فحاشی وغیرہ سے پیدا کئے۔ عورت کے چار دیواری سے نکلنے کے بعد ہمارا گھریلو نظام تباہ و برباد ہو کر رہ گیا اب ضرورت اس بات کی ہے کی عورت کو پھر کس طرح چار دیواری کے اندر داخل کیا جائے۔''

لیکن ہم ہیں کہ انکی نقالی پر فخر کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اے اللہ ہم کو سمجھ نصیب فرما اور خواہشات نفس سے حفاظت فرما۔ آمین ثم آمین۔ /

مفتی ذاکر حسن نعمانی
جامعہ عثمانیہ پشاور

غیر مسلم ممالک میں آباد مسلمانوں کے کچھ اہم مسائل

دنیا میں صرف اسلام ایک ایسا مذہب ہے جس میں ہر زمان' ہر مکان اور ہر حالت کے احکامات موجود ہیں۔ ان احکامات تک رسائی انفرادی یا اجتماعی اجتہادات کے ذریعہ ہوتی ہے' اس مبارک سعی کے لئے اللہ تعالیٰ ہر دور میں اہل اور متدین لوگوں کو پیدا کر دیتے ہیں۔

سیاست اور الیکشن:

یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ اس وقت دنیا میں موجودہ نظام سیاست کا کلمہ طیبہ جمہوریت ہے جس کے مفاسد اور نقائص بے شمار ہیں' لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ میدان سیاست کو اس گندگی کی وجہ سے ترک کر دیا جائے بلکہ دیگر میدانوں کی طرح اس شعبہ کی صفائی بھی امت مسلمہ کا فریضہ ہے۔ شاہ ولی اللہؒ حجۃ اللہ البالغۃ میں فرماتے ہیں' ومن سیرتھم أن لا یشتغلوا بما لا یتعلق بتھذیب النفس وسیاسته الملیه یعنی انبیاء کرام کی سیرت میں تہذیب نفس اور سیاست ملیہ داخل ہے اس لئے ملی سیاست کو برقرار رکھنا انبیاء کرام کی سیرت ہے۔ دوسری طرف امت محمدیہ مبعوث اور ذمہ داری بھی ہے اور وہ ذمہ داری امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ہے۔ ارشاد باری ہے "کنتم خیر امة أخرجت للناس تامرون بالمعروف و تنھون عن المنکر" تم افضل امت ہو تم کو لوگوں کے نفع کے لئے بھیجا گیا ہے۔ تم بھلی باتوں کو لوگوں میں پھیلاتے ہو اور بری باتوں سے ان کو روکتے ہو اسی طرح ارشاد ہے "ولتکن منکم امة یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف و ینھون عن المنکر اور چاہیے کہ تم میں سے ایسی جماعت ہو کہ لوگوں کو خیر کی طرف بلائے اور لوگوں کو بھلی باتوں کا حکم کرے اور بری باتوں سے منع کرے حضور ﷺ کا ارشاد ہے الا کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیة بیشک تم نگہبان ہو اور تم سب اپنی رعیت کے بارے میں سوال کئے جاؤ گے۔ حضورؐ کا ایک اور ارشاد ہے: قال الدین النصحیة قلنا لمن قال لله و لرسوله و لائمة المسلمین و عامتھم۔ آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ دین سراسر نصیحت ہے صحابہ کرام نے عرض کیا کس کیلئے' فرمایا اللہ کیلئے اور اللہ کے رسول کیلئے اور مسلمانوں کے مقتداؤں کی خیر خواہی کیلئے (مسلم شریف کتاب الایمان ص ۵۴)

مسلمان مقتداؤں کی خیر خواہی یہ ہے کہ حق امور میں ان کی اطاعت اور معاونت کی جائے ائمہ مسلمین سے مراد خلفاء ہیں

اور ہر وہ مسلمان مراد ہیں جس کو مسلمانوں نے اپنی ذمہ داریاں سونپی ہوں امام نوویؒ فرماتے ہیں: ان المراد بائمة المسلمين الخلفاء وغيرهم ممن يقوم بامور المسلمين اب دیکھیں ایک طرف دنیا میں جمہوریت کے نقائص ہیں جن کی وجہ سے مسلمانوں کو ہر ملک میں سیاسی، تہذیبی اور اقتصادی میدانوں میں سخت عملی دشواریوں کا سامنا ہے۔ حتی الوسع ان مشکلات کو شریعت اسلامیہ کی روشنی میں حل کرنا امت مسلمہ کی ذمہ داری ہے تاکہ مذکورہ نصوص کا ترک لازم نہ ہو۔

غیر مسلم ممالک میں الیکشن اور اس میں مسلمانوں کا حصہ لینا:

چونکہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہر مسلمان کی ہر مکان، ہر زمان اور ہر حالت میں بالواسطہ یا بلاواسطہ، انفرادی یا اجتماعی طور پر حتی المقدور ذمہ داری ہے۔ کیونکہ مسلمان اپنے اور دوسرے مسلمان بھائی کے مکمل اسلام کا ذمہ دار ہے یعنی ایمان و اعمال کی حفاظت۔ غیر مسلم ممالک کے الیکشن میں مسلمان امیدوار اپنی ذمہ داری بلاواسطہ پوری کرتا ہے۔ بشرطیکہ امیدوار میں اہلیت اور دیانت ہو۔ اس مسلمان کو ووٹ دینے والا اپنی ذمہ داری بالواسطہ پوری کرتا ہے۔ انتخابی مہم چلانے والے بھی اپنی ذمہ داریاں بالواسطہ پوری کرتے ہیں۔ اور یہ افراد مل کر اجتماعی ذمہ داری پوری کرتے ہیں۔ عورت بھی اپنا ووٹ استعمال کر سکتی ہے کیونکہ وہ بھی ذمہ دار ہے اس تفصیل کے ساتھ ووٹ کی شرعی حیثیت بھی معلوم ہوگئی اسکا استعمال ضروری ہے۔ اگر ووٹوں پر اثر مرتب نہ ہو تو انسان اس کا مکلف نہیں کیونکہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا نتیجہ اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہے۔

مخالف اسلام پارٹی کو ووٹ دینا یا اس میں شمولیت:

ہر پارٹی کا الگ تشخص اس کے اپنے منشور کی وجہ سے ہوتا ہے اگر منشور غیر اسلامی ہے تو ایسی پارٹی کو ووٹ دینا یا اس میں شامل ہونا گناہ ہے، اس لئے کہ ایک تو مسلمان اپنی ذمہ داری پوری نہیں کر رہا اور دوسری طرف گناہ میں تعاون کر رہا ہے۔ اگر کسی غیر اسلامی پارٹی کا امیدوار ذاتی طور پر نیک انسان ہو اس کو بھی ووٹ نہ دیا جائے اس لئے کہ اگر وہ نیک ممبر پاس ہو جائے تو اپنی پارٹی کی پالیسی کے خلاف کچھ نہیں کر سکتا۔ یہ نیک ممبر خود بھی گناہ گار ہے کہ غیر اسلامی پارٹی میں شرکت کر کے ووٹ مانگتا ہے۔

غیر مسلم سیاسی پارٹی کے ساتھ اشتراک: اگر اسلامی اقدار اور ملی مفادات کا تحفظ یا فروغ ممکن ہو تو غیر مسلم سیاسی پارٹی کے ساتھ معاہدہ یا اشتراک یا ان کی پارٹی یا کسی امیدوار کو ووٹ صحیح ہے۔ فقہا کرام کا قاعدہ ہے الامور بمقاصدھا بظاہر یہ معاہدہ اور شرکت صحیح نہیں لیکن اعلیٰ مقصد کے اعتبار سے صحیح ہے۔ صاحب ہدایہ فرماتے ہیں " ولا يبالى باختلاف السبب عن حصول المقصود "مقصود کے حصول کے وقت اختلاف سبب کی پرواہ نہیں کی جاتی۔ کیونکہ اسلامی اقدار اور ملی مفادات کا تحفظ یا فروغ ایک اہم فریضہ اور اعلیٰ مقصد ہے، اس فریضہ کی ادائیگی کبھی حکومتی سطح پر ہوتی ہے اور کبھی نچلی اور نجی سطح پر اس کے لئے بعض تنظیمیں کام کرتی ہیں۔ اس اشتراک اور معاہدہ

کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اگر کسی غیر مسلم فرد یا جماعت سے دین کا کوئی کام لے لے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ حدیث ہے:
ان اللہ لیؤید ھذا الدین بالرجل الفاجر

<u>غیر مسلموں کے ساتھ سماجی قربت:</u> اصل تو یہی ہے کہ مسلمانوں کا الگ جغرافیائی اور نظریاتی وطن ہوتا کہ تمام اسلامی اقدار پر مکمل آزادی کے ساتھ عمل پیرا ہوں اور اغیار کے اثرات سے محفوظ رہیں۔ یہی وجہ ہے کہ دارالاسلام اور دارالحرب کی اصطلاحیں بن گئیں۔ ہاں اگر غیر مسلم دارالاسلام میں ذمی بن کر رہیں تو جائز ہے اس لئے کہ دارالاسلام میں اسلامی فکر و تہذیب کا غلبہ ہوتا ہے۔ یا کوئی کافر مستامن (ویزا والا) بن کر محدود عرصہ کے لئے اسلامی ملک میں رہائش پذیر ہو تو جائز ہے اگر مسلمانوں کی اقلیت مجبوراً اور مقہوراً کفار کے سماج اور دارالحرب میں پھنس جائے تو ان پر دو باتیں لازم ہیں۔ (۱) اسلامی اقدار کا انفرادی اور اجتماعی تحفظ۔ (۲) اور دعوت و تبلیغ کا فریضہ سرانجام دینا۔

اگر کوئی مسلمان مجبوراً مثلاً معیشت، علاج یا تعلیم کی وجہ سے کفری سماج میں رہ رہا ہے تو وہ بھی اسلامی اقدار کی حفاظت کرے گا، اور حتی الوسع دعوت و تبلیغ کے فریضہ کو جاری رکھے گا۔ اگر مسلمان اس طرح ایمان و عمل صالح کے اسلحہ سے لیس رہیں تو کافی حد تک کفری سماج کے اثرات سے محفوظ رہیں گے۔ ارشاد باری ہے "یا یھا الذین امنو اعلیکم انفسکم لایضر کم من ضل اذھتدیتم" اے ایمان والو! اپنی فکر کرو اگر تم راہ پر چل رہے ہو تو جو شخص گمراہ ہے اس سے تمہارا کوئی نقصان نہیں۔ اس لحاظ سے دیکھا جائے تو لندن اور پیرس کا مقیم پکا دیندار مکہ اور مدینہ کے بے دین اور بے نمازی مسلمان سے بہت بہتر ہے۔ ہاں بلا مجبوری اور شدید ضرورت کے بغیر غیر مسلم سماج میں صرف ھل من مزید کی ہوس کے ساتھ رہائش بڑی خطرناک بات ہے، ارشاد نبویؐ ہے من جامع المشرک وسکن معہ فانہ مثلہ (ابوداؤد) یعنی جو مشرک کی موافقت اور اس کے ساتھ رہائش اختیار کرے تو اس جیسا ہے ایک اور ارشاد ہے اپنی اولاد کو مشرکین کے درمیان مت چھوڑو۔ خاص کر اس مادہ پرستی اور سیکولر (دنیا دیت پسندی) دور میں کیونکہ کفری تہذیب کے اثرات سے جلد متاثر ہو جائے گا...... مسلمانوں کی سوچ مسلم ممالک میں بھی سیکولر بن رہی ہے۔ کفری ممالک چونکہ ترقی یافتہ ہیں اس لئے لوگ تعلیم، علاج، ملازمت اور تفریح کی خاطر ان ممالک کا رخ کرتے ہیں، ایمان اور اعمال صالحہ کی حیثیت ثانوی ہو کر رہ گئی ہے اس لئے حتی الوسع کفری سماج سے اجتناب ضروری ہے۔

<u>غیر مسلم کا مسلم قصاب سے جانور ذبح کرانا:</u> اگر کوئی مسلمان قصاب کسی غیر مسلم کے لئے جانور ذبح کرے تو فی نفسہ اس میں کوئی حرج نہیں خاص کر جب کسی خاص موقع پر نہ ہو۔ اگر ان کا کوئی خاص موقع مثلاً تہوار ہے تو پھر ذبح اس شرط پر جائز ہے کہ اس میں غیر اللہ کی تعظیم یا تقرب مقصود نہ ہو، کیونکہ ان کی تہوار بھی غیر اللہ ہے۔ ذابح کی نیت یہ ہو کہ کفار کے لئے محض گوشت مہیا کرتا ہوں۔ ان کے تہوار کے تعظیم مقصود نہ ہو اور اس نیت صحیحہ کے ساتھ ذبح ان کے بتوں کے سامنے بھی نہ ہو کیونکہ بظاہر اس بات کا توہم موجود ہے کہ غیر اللہ کی تعظیم اور تقرب کے لئے ذبح کر رہا ہے جس طرح مسلمان کی نماز قبرستان یا کسی قبر کے سامنے مکروہ ہے کیونکہ قبر پرستی کے مشابہ ہے۔

غیر مسلموں کی تقریبات میں شرکت: غیر مسلموں کی تقریبات میں محض ظاہر داری کی بنا پر شرکت جائز ہے بشرطیکہ دیگر منکرات شرعیہ نہ ہوں کیونکہ بعض جائز اور مباح امور بھی لغیرہ ناجائز بن جاتے ہیں۔ ان کے مذہبی تقریبات میں شرکت صحیح نہیں اس طرح کی شرکت سے ان کے مذہب کو تقویت ملتی ہے حدیث ہے من کثر سواد قوم فهو منهم جو کسی قوم کی جماعت کے تکثیر کا باعث بنے تو وہ اس قوم میں سے ہے۔ ہاں اگر دعوت و تبلیغ کی نیت سے شریک ہو تو جائز ہے۔ اس لحاظ سے ان کے مذہبی جلوس اور جنازہ وغیرہ میں شرکت صحیح نہیں۔

کافر کی تعزیت: کافر کی تعزیت صحیح ہے۔ عالمگیری میں ہے و اذا مات الكافر قال لوالده أو قريبه في تعزيته اخلف الله عليك خيرا منه و اصلحك اى اصلح بالاسلام و رزقك ولدا مسلما " جب کافر مر جائے تو اس کے باپ یا کسی قریبی رشتہ دار کو کہے اللہ تعالیٰ تجھے اس سے بہتر بدل عطا فرمائے اور تجھے اسلام کے ساتھ سنوار دے اور تجھے مسلمان بچہ عطا کر دے (ج ۵، ص ۳۴۸)

غیر مسلم کیلئے ایصال ثواب: کافر کیلئے ایصال ثواب صحیح نہیں۔ قرآن مجید میں جتنی آیات میں کسی مردہ کیلئے دعا مذکور ہے تو وہاں میت کا ایمان ضروری ہے، علامہ الکاسانی فرماتے ہیں ''لا باس بزيارة القبور و الدعا الاموات ان كانوا مؤمنين " مردوں کی زیارت اور ان کو دعا دینے میں کوئی حرج نہیں اگر وہ مومن ہوں (بدائع صنائع ج ۱۔ ص ۳۲۰) دعا کے علاوہ کسی عمل کا ثواب پہنچانے کیلئے میت میں ایمان شرط ہے۔ علامہ زمخشری فرماتے ہیں۔ "ان سعى غيره لما لم ينفعه الا مبنيا على سعى نفسه وهو ان يكون مومنا صالحاً" غیر کی سعی کا نفع موقوف ہے اپنی سعی پر اور وہ یہ ہے کہ میت خود صالح مؤمن ہو۔ (الکشاف ج ۴، ص ۴۲۸) معلوم ہوا ایصال ثواب کیلئے میت کا ایمان شرط ہے، مفتی عزیز الرحمان صاحب لکھتے ہیں ما سعی سے سعی ایمان حاصل کی یعنی ایمان لایا اور مؤمن مرا اسکو دوسروں کے ثواب کا نفع پہنچانے سے ثواب پہنچ سکتا ہے نہ کہ کافر کو۔ (عزیز الفتاویٰ ج ۱ ص ۳۲۵)

کفار کے ہدایا قبول کرنا: عالمگیری میں ہے کہ کافر سے ہدیہ قبول کرنے کے بارے میں متضاد روایتیں ہیں۔ ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ قبول کرنا جائز ہے، دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ قبول نہ کرے۔ تطبیق یہ ہے، ایسے کافر سے ہدیہ قبول نہ کیا جس کا گمان تھا کہ حضورؐ مال کی خاطر لڑتے ہیں، دین کے اعزاز کے لئے نہیں، اور ایسے کافر کا ہدیہ قبول نہ کرے جس کی وجہ سے دین کی پختگی، عزت اور وقار کو دھچکا لگتا ہو، یا ہدیہ کی وجہ سے اس کافر کیلئے نرم گوشہ اختیار کرلے، اگر مذکورہ نقصانات نہ ہوں تو کافر کا ہدیہ قبول کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ (ج ۵، ص ۳۴۷) تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ حضرت اسماء بنت ابی بکر نے حضورؐ کے کہنے پر اپنی مشرکہ والدہ سے تحفہ قبول کیا تھا، اگر کفار کی مٹھائی بتوں کے چڑھاوے کی ہے تو اس کا قبول کرنا حرام ہے کیونکہ اس کے ساتھ غیر اللہ کا تقرب حاصل کیا گیا ہے۔

غیر مسلموں کی عبادت گاہوں کے لئے نقشہ بنانا یا اس کی تعمیر میں حصہ لینا: مسلمانوں اور کفار کے باہمی روابط ہوں یا نہ ہوں دونوں صورتوں میں امام اعظم ابوحنیفہؒ کے نزدیک مسلمان انجینئر ان کی عبادت گاہ کا نقشہ بنا سکتا

ہے' اسی طرح کوئی مسلمان معمار یا مزدور ان کی عبادت گاہوں کی تعمیر میں حصہ لے سکتا ہے۔ بزازیہ میں قاعدہ مذکور ہے کہ کل موضع تعلقت المعصیة بفعمل فاعل مختار ۔گناہ وہ ہے جس کے ساتھ فاعل مختار کا فعل متعلق ہو۔ غیر مسلموں کی عبادت کا نقشہ بنانا یا عمارت بنانا فی نفسہ برا نہیں اس لئے کہ یہ عمارت مسجد بھی بن سکتی ہے یا کسی اور مقصد کے لئے مختص کی جاسکتی ہے' گناہ تو یہ ہے کہ اس میں کافر عبادت کرلے۔ لیکن بظاہر گناہ کے کام میں تعاون ہے اور تعاون صرف نیکی کے کاموں میں جائز ہے اس لئے صاحبین کے نزدیک مکروہ ہے۔ حالانکہ اس عبادت گاہ میں غیر مسلم کے اختیاری گناہ والے فعل میں مسلمان انجینئر یا مزدور کا کوئی تعاون یا حصہ نہیں اسی طرح اگر ایک مسلمان نے کسی مجوسی کے لئے آگ جلائی تو اس میں فی نفسہ کوئی حرج نہیں آگ کی پوجا مجوسی کا اختیاری فعل ہے' جو گناہ ہے بزازیہ میں ہے "اجر المسلم نفسه من مجوسی لیوقد النار لا باس به" مسلمان اگر اجرت لے کر مجوسی کے لئے آگ جلائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ایک اور مثال دی ہے اذا اجر منزله لیتخذه بیعة او کنیسة أو بیت نار یطیب له ' اپنا گھر اگر کرایہ پر دیا تاکہ غیر مسلم اس کو عبادت گاہ بنالے تو جائز ہے۔ مزید لکھا ہے "استا جروا مسلماً لبناء بیعة أو کنسیة أو لنحت طنبور یحل الاجر و یطیب الا انه باثم الاجیر لانه اعانة علی المعصیة ۔کفار نے مسلمان مزدور کو اجرت دے کر عبادت گاہ یا طنبور بنوایا تو مسلمان کے لئے اجرت حلال ہے لیکن گناہگار ہوگا کیونکہ یہ گناہ میں تعاون ہے۔ (بزازیہ حاشیہ عالمگیریہ ج ۵ ص ۱۲۵) معلوم ہوا کہ حتی الوسع اجتناب ضروری ہے' مجبوری ہو تو گنجائش معلوم ہوتی ہے کیونکہ امام صاحب کے نزدیک جائز ہے۔

مسلمانوں اور کفار کا ایک دوسرے کے ساتھ مذہبی تعاون: مسلمان پر صرف اپنے مذہب کی ترویج اور تشہیر لازم ہے' دیگر ادیان پر دین اسلام کو غالب کرنا ہوگا' دیگر ادیان آسمانی ہوں یا اختراعی' کفار اگر مسلمانوں کے مذہبی جلسوں میں چندہ دیں یا مساجد کی تعمیر میں حصہ لیں یا مدارس کا تعاون کریں تو اسمیں کوئی حرج نہیں اسلئے کہ اللہ تعالیٰ اپنے دین کی مدد جس سے چاہے لے سکتا ہے اس کو نہ کوئی روک سکتا ہے نہ روکنا چاہیے۔ بیت اللہ کی تعمیر کفار قریش نے حلال چندہ کے ساتھ کی تھی' مسلمانوں کے لئے جائز نہیں کہ غیر مسلموں کو مذہبی لحاظ سے تقویت پہنچائیں مسلمانوں کا فریضہ ہے کہ اسلام کو ہر زمان ہر مکان اور ہر حالت میں غالب رکھیں۔ یہ غلبہ خواہ دلائل و براہین کا ہو یا پھر سلطنت کے لحاظ سے۔

ایک دوسرے کی مذہبی تہواروں میں شرکت: مذہبی تقریبات میں مذہبی تقدس ملحوظ ہوتا ہے' کفار کا دین ان کے نزدیک مقدس ہے۔ اسلام جیسے دین کے ہوتے ہوئے کسی اور دین کی تعظیم قطعاً ناجائز ہے' ہاں تبلیغ کی نیت سے شرکت جائز ہے ناسمجھی میں شرکت معاف ہے یاد آجانے کے بعد اس مجلس کو چھوڑ دے' فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین ۔خالی الذہن ہو کر شرکت فی نفسہ جائز ہے لیکن ان کی جماعت کی تکثیر کا باعث بنتا ہے۔ حدیث ہے من کثر سواد قوم فهو منهم 'کسی قوم کی کثرت کا باعث بننے والا ان میں سے ہے

غیر مسلم کو مذہبی تہوار پر مبارکباد دینا: غیر مسلم کو ان کے مذہبی تہوار پر مبارکباد دینا صحیح نہیں' بلکہ بظاہر یہی

معلوم ہوتا ہے کہ مبارکباد دینے والا مسلمان بھی غیر مسلم کی تہوار پر خوشی کا اظہار کررہا ہے۔ اوراس خوشی کے اظہار میں ان کے تہوار کی عظمت اور تعظیم پنہاں ہے اور دوستی کا اظہار بھی معلوم ہوتا ہے' حالانکہ کفار کے ساتھ قلبی دوستی ناجائز ہے ارشادباری ہے لایتخذ المؤمنون الکافرین اولیاء من دون المومنین

جھنڈے کی سلامی شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں' ومعظم شعائر اللہ اربعۃ القرآن والکعبۃ والنبی ﷺ والصلوۃ۔ چار بڑے شعائر ہیں' قرآن' کعبہ' نبی اور نماز۔ تفسیر قرطبی میں ہے فشعائر اللہ اعلام دینہ لاسیمامایتعلق بالمناسک شعائر اللہ سے مراد دینی نشانیاں وعلامات ہیں۔ خاص کر وہ جن کا تعلق احکام حج سے ہے۔ مثلاً صفا' مروہ' بدن' جمار' مسجد حرام رکن اور عرفہ علامہ آلوسی روح المعانی میں لکھتے ہیں و تعظیمھا اتمام ما یفعل بھا یعنی ہر نشانی کے متعلق حکم کو پورا کرنا نشانی کی تعظیم ہے' دینی نشانیاں اور بھی بہت ہیں لیکن ضروری نہیں کہ اس کے متعلق کوئی منصوص حکم بھی ہو۔ البتہ اتنی بات ضرور ہے کہ اس نشانی کی توہین نہ ہو۔ قومی اور اسلامی جھنڈا قوم وملت کی عظمت کا نشان تو ہے۔ اسی طرح قومی یا وطنی شعار بھی ہوسکتا ہے۔ لیکن جھنڈے کو دینی شعار کہنا قابل غور اور قابل تحقیق ہے اگر جھنڈے کو دینی شعار مان بھی لیں تو اس کے متعلق کوئی مخصوص اور منصوص عمل کا پتہ نہیں چلتا ہاں اتنا کہہ سکتے ہیں کہ اس کا سرنگوں ہونا قومی اور اسلامی غیرت کے خلاف ہے' اس کی طرح سلامی محض ایک قومی رسم ہے۔ جو ایک مباح عمل ہے۔ چند دن قبل شیخ الاسلام مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہ اور حضرت مولانا مفتی غلام الرحمان صاحب کے ہمراہ قلعہ بالا حصار پشاور کی سیر کے دوران وہاں قومی پرچم کی سلامی اور تعظیم کا منظر دیکھنے میں آیا تو حضرت نے مسکرا کر فرمایا ''اکرام جھنڈا'' اور اگر اس سلامی کو ثواب سمجھا جائے تو پھر سرکاری سطح پر بدعت ہے۔

مشرکانہ مضامین پر مشتمل قومی ترانہ پڑھنا: قومی ترانہ کسی قوم اور ملک کی ملی سیاست' عقائد' مذہب اور وطن کی محبت اور نظریات کا ترجمان ہوتا ہے' مشرکانہ مضامین پر مشتمل قومی ترانہ پڑھنا اسلامی عقائد اور اسلامی غیرت کے خلاف ہے ایسا ترانہ بوقت ضرورت بطور حکایت پڑھنا درست ہے لیکن بلاضرورت اس کی حقیقت کو جانتے ہوئے گاہے گاہے پڑھنا اندیشہ کفر ہے۔ اگرچہ پڑھنے والے کا اعتقاد اس کے مضامین کے برحق ہونے کا نہ ہو کفریہ مضامین اور کفریہ جملوں کی نقل بطور حکایت جائز ہے نقل کفر کفر نہ باشد۔ ارشاد باری ہے کہ قالوا اتخذ اللہ ولدا سبحنہ۔ اتخذ اللہ ولدا کفریہ جملہ ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اس جملہ کو بطور حکایت نقل کیا ہے۔

تمدنی وثقافتی وحدت: اول تمدن وثقافت کی حقیقت جاننا ضروری ہے' ثقافت کو آج کل اصطلاح میں کلچر کہتے ہیں' انسان کی چند بنیادی ضرورتیں ہیں' روٹی' کپڑا' مکان' بیوی' غمی اور خوشی۔ ان ضروریات کو پورا کرنے کے لئے ہر قوم و مذہب والوں کے الگ الگ اپنے طریقے ہیں۔ مثلاً مسلمان بیٹھ کر اور ہاتھ سے کھاتا ہے' انگریز کرسی پر بیٹھ کر کھاتا ہے یا کھڑا ہو کر چھری کانٹے اور چمچہ کے استعمال کے ساتھ۔ کھانے کا یہ الگ الگ طریقہ وانداز ثقافت اور کلچر کہلاتا ہے۔ مسلمان شلوار قمیض پہنتا ہے' انگریز شرٹ اور پتلون' یہ لباس کا کلچر ہے۔ اس لحاظ سے مسلمانوں کا ساری دنیا

سے الگ اور امتیازی کلچر اور ثقافت کے متعلق حضورؐ کی قولی اور فعلی تعلیمات موجود ہیں۔ مسلمان اگر اپنی اسلامی ثقافت کو کسی غیر قوم کے کلچر میں مدغم کردیں تو عملی زندگی سے اسلام ختم ہو کر رہ جائے گا۔ مسلمان اور کافر کا ظاہری امتیاز ختم ہو جائے گا۔ بعض اوقات کوئی ایسی لاش ملتی ہے تو مسئلہ درپیش ہوتا ہے کہ غسل، کفن اور دفن کا کہ اس کو کس مذہب کے مطابق دنیا سے رخصت کیا جائے۔ ہندو کہیں ہم اس کو جلائیں گے۔ مسلمان کہیں گے نہیں غسل و کفن کے ساتھ دفنائیں گے۔ اس میت کے اندر دونوں مذہب والے اپنے اپنے کلچر کی نشانیاں دیکھیں گے۔ تا کہ اسی مذہب کے مطابق اس کے ساتھ معاملہ کیا جائے۔ مسلمانوں کی اپنی الگ تہذیب اور تمدن ہے، ہم مسلمان حضورؐ کی اتباع کے مکلف ہیں، اگر دنیا کا کلچر ایک ہو جائے تو اتباع رسول کا جملہ بالکل بے معنی ہو کر رہ جائے گا۔ سیرۃ مصطفیٰ میں ہے اما بعد فاتدروا وارتدوا علیکم بلباس ابیکم اسماعیل و ایاکم و التنعم وزی العجم ازار اور چادر پہنو اپنے باپ اسماعیل کا لباس لازم پکڑو۔ زیادہ خوش عیشی سے بچو اور عجمی ہیئت سے اجتناب کرو۔ یہ الگ اور امتیازی ثقافت کا واضح ثبوت ہے۔ یہ لباس کا الگ کلچر ہوا۔ اسی طرح ارشاد ہے فرق ما بیننا و بین المشرکین العمائم علی القلانس ہمارے اور مشرکین کے درمیان فرق یہ ہے کہ ہم عمامہ ٹوپیوں پر باندھتے ہیں۔ یہ بھی لباس کا فرق ہے۔ امام مالکؒ کا ارشاد ہے عظموا اعمالکم و وسعوا اکمامکم بڑی بڑی پگڑیاں باندھا کرو اور آستینیں کھلی رکھو۔ حدیث میں ہے خالفوا المشرکین او فروا اللحی و احفوا الشوارب کافروں کی مخالفت کرو، ڈاڑھیوں کو بڑھاؤ اور مونچھوں کو کم کرو۔ صحیح مسلم میں ہے عبداللہ بن عمر بن العاص سے مروی ہے حضورؐ نے فرمایا من هذا من ثیاب الکفار فلا تلبسها۔ یہ کافروں جیسے کپڑے ہیں پس ان کو نہ پہنو، ارشاد ہے من تشبہ بقوم فھو منھم، جس نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی وہ شخص اس قوم میں شمار ہوگا۔ مذہبی شعار میں مشابہت تو بہتر خطرناک ہے، مولانا ادریس کاندھلوی نے لکھا ہے کہ معاشرہ اور عادات اور قومی شعائر مین تشبہ مکروہ تحریمی ہے، کنز الدقائق میں ہے :و یمیز الذمی عنا فی الذی و المرکب و السرج فلا یرکب فیلا اور ممتاز رکھا جائے ذمی کو ہم سے ہیئت اور سواری اور زین میں نہ گھوڑے پر سوار ہوں اور نہ ہتھیار استعمال کریں، اور زنار ظاہر کریں۔ حضورؐ نے تو اپنی امت کو اسلامی تہذیب و تمدن سکھایا ہے۔ اس تہذیب و تمدن کو چھوڑ کر دوسرے تمدن کو اختیار کرنا اسلام کے ساتھ بے وفائی ہے۔ اس بے وفائی کی وجہ مادہ پرستی ہے جو انسان کو سیکولرازم (دنیادیت پسندی) تک لے گئی ہے۔ جس کی وجہ سے مذہب کو اب ذاتی معاملہ سمجھتے ہیں۔ ہر انسان کو جس طریقہ عبادت میں روحانی سکون اور خوشی حاصل ہوتی ہے وہ اس کا مذہب ہے باقی سب لوگ انسان ہیں ایک تہذیب و تمدن اختیار کرلیں تا کہ تمام انسان آپس میں پیار و محبت سے رہ سکیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی انسان کا پتہ نہ چلے کہ مسلمان ہے یا ہندو۔ یہودی ہے یا عیسائی۔ لہٰذا مسلمانوں پر لازم ہے کہ اپنی اسلامی تہذیب و تمدن کو عملاً برقرار رکھیں۔

غیر مسلم مظلوم کی مدد　　اسلام سراپا رحمت والا مذہب ہے، حدیث ہے ارحم من فی الارض

یرحمکم من فی السماء تو زمین والوں پر رحم کر آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔ مصیبت زدہ اور مظلوموں کی مدد عین اسلامی تعلیمات ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ایک فاحشہ عورت کی جان بخشی اس بناء پر کہ اس نے ایک پیاسے کتے کو پانی پلایا تھا۔ ظاہر بات ہے جو کسی انسان کو کسی تکلیف سے نجات دلائے گا ثواب کا مستحق ہوگا۔

خدمت خلق: دکھی انسانیت کی خدمت بلا تفریق مسلم و غیر مسلم، بہت بڑی عبادت ہے۔ خدمت خلق کے رفاہی اداروں سے کفار بھی مستفید ہو سکتے ہیں اس میں قدرے تفصیل ہے، ایک ہے عدل وانصاف تو ہر کافر کے ساتھ ضروری ہے خواہ ذمی ہو یا حربی یا مصالح بلکہ حیوانات کے ساتھ بھی عدل وانصاف ضروری ہے، ایک ہے کفار کے ساتھ محسنانہ سلوک یعنی ان کے ساتھ برّ واحسان، اچھا سلوک اور برتاؤ، اس کی مختلف شکلیں ہیں۔ مثلاً ہسپتال بنا کر انکا علاج کرنا، متعدی امراض کے وقت ان کا تعاون، زلزلہ اور سیلاب کی صورت میں ان کی مدد کرنا انفرادی طور پر یا کسی ادارہ کے توسط سے (البتہ اتنا خیال ضروری ہے کہ زکوٰۃ کی رقم سے کفار کا تعاون صحیح نہیں کیونکہ زکوٰۃ کا مستحق مسلمان ہے، نفلی صدقات سے ان کی مدد کی جا سکتی ہے، کفار سے صرف قلبی دوستی کی ممانعت ہے، جن کفار کے ساتھ مسلمانوں کو محسنانہ سلوک کی اجازت ہے وہ ذمی اور مصالح ہیں۔ ارشاد باری ہے " لا ینھا کم اللہ عن الذین لم یقاتلو کم فی الدین ولم یخرجو کم من دیار کم ان تبدوھم و تقسطوا الیھم " اللہ تم کو منع نہیں کرتا ان لوگوں سے جو لڑے نہیں تم سے۔ دین پر اور نکالا نہیں تم کو تمہارے گھروں سے کہ ان سے کرو بھلائی اور انصاف کا سلوک۔ اگر کفار ایسے ہیں جن کے ساتھ صلح کا معاہدہ نہیں ہے۔ یا وہ ذمی نہیں ہیں۔ بلکہ حربی کافر یعنی مسلمانوں کے مقابلہ میں جنگ وقتال کر رہے ہیں تو ان کے ساتھ دوستی بقول مولانا تھانویؒ یعنی برّ واحسان منع ہے۔ مولانا تھانوی نے یہاں ترک موالات (دوستی) سے برّ واحسان یعنی محسنانہ برتاؤ مراد لیا ہے۔ لیکن بعض علماء کے نزدیک حربی کافر کے ساتھ بھی نیکی و بھلائی جائز ہے سوائے قلبی دوستی کے بشرطیکہ بھلائی کے ساتھ مسلمانوں کو کسی ضرر و نقصان کا خطرہ نہ ہو اب آیت ملاحظہ فرماویں:

انما ینھکم عن الذین قتلوکم فی الدین و اخوجوکم من دیارکم وظاھروا علیٰ اخراجکم ان تولوھم ، اللہ تو منع کرتا ہے تک کو ان سے جو لڑے تم سے دین پر اور دین پر نکالا تم کو تمہارے گھروں سے اور شریک ہوئے تمہارے نکالنے میں کہ ان کے ساتھ کرو دوستی (الممتحنۃ) اس آیت میں حربی کافر سے موالات (دوستی) کی ممانعت ہے لیکن بقرینہ آیت سابق جس میں غیر حربی کافر کے ساتھ محسنانہ سلوک کی اجازت تھی تو اس آیت میں موالات سے مراد برد احسان لیکر معنی یہ کریں گے کہ حربی کے ساتھ بھلائی جائز نہیں کیونکہ ان کے ساتھ جنگ و مقابلہ مقصود ہے تو بھلائی کا کیا مطلب۔ اس لئے حکیم الامت فرماتے ہیں کہ ان لوگوں کے ساتھ دوستی یعنی برد احسان (بھلائی) کرنے سے اللہ تعالیٰ تم کو منع کرتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

مفتی سیف اللہ حقانی

جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

امریکیوں کی مدد کیلئے عراق میں پاکستانی افواج بھیجنے کا شرعی حکم

> آزادی و حریت کی جنگ لڑنے والے عراقی عوام و مجاہدین کے خلاف غاصب و جارح امریکہ کی مدد کیلئے فوج بھیجنا حرام و ناجائز اور قومی و ملی غیرت و حمیت کا جنازہ نکالنے کے مترادف ہے۔

س: (۱) کیا امریکہ کی مدد اور عراقی مجاہدین کو کچلنے کے لئے پاکستانی افواج کو عراق بھیجنے کی کوئی شرعی گنجائش ہے؟

س: (۲) عراق پر امریکہ کے غاصبانہ قبضہ کے بعد امت مسلمہ پر کیا ذمہ داریاں عائد ہوتی ہے؟

باسمہ تعالیٰ

الجواب: کسی بھی مسلمان کے خلاف کفار کا تعاون ظلم عظیم ہے۔ جس کی اجازت شریعت مطہرہ میں نہیں ہے بلکہ شریعت مطہرہ ہر مسلمان کو دوسرے مسلمان کے ساتھ اس کا غم و دکھ اور مصیبت میں شرکت کی دعوت دے رہی ہے اور ضرورت کے وقت مسلمان بھائی کے تعاون سے ہاتھ کھینچنے کو ممنوع قرار دے رہی ہے اور اس پر ظلم کرنے کو حرام ٹھہرا رہی ہے۔ حدیث میں ہے۔ المسلم اخو المسلم لا یظلمه و لا یسلمه (بخاری و مسلم) ''ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے، وہ اس پر ظلم نہ کرے گا اور نہ اس کی نصرت سے ہاتھ کھینچ لے گا'' اور سنن ابی داؤد کی حدیث میں ہے۔ و هم يد على من سواهم یعنی مسلمان کی شان یہ ہے کہ وہ کفار کے مقابلے میں مسلمان کی مدد کرے گا (نہ یہ کہ مسلمانوں کے خلاف کفار کے ساتھ تعاون کرے) لہذا عراقی مجاہدین و عوام جواب امریکی غلامی کے خلاف حریت و آزادی کی جنگ لڑ رہے ہیں، کے خلاف امریکہ کی مدد کے لئے کسی بھی مسلمان ملک کی فوج بھیجنا ظلم عظیم اور ناجائز اور قومی و ملی غیرت کے جنازے نکالنے کے مترادف ہوگا۔ کیا یہ اخوت اسلامیہ کا تقاضا ہے کہ عراقی مسلمانوں کے اس مشکل وقت میں مدد کے بجائے ان کے خلاف امریکہ کی مدد کیلئے افواج بھیج کر ان کے تازہ زخموں پر نمک چھڑکایا جائے اور ان کے گردنوں میں ڈالی گئی غلامی کی زنجیر کو مزید مستحکم کردی جائے؟

واقعہ یہ ہے کہ یہ وقت فتووں کے اجراء اور وعظ سنانے کا نہیں بلکہ ظالموں کے گریبانوں میں ہاتھ ڈال کر ان کو مظالم سے روکنے کا وقت ہے سچ یہ ہے کہ آج مسلمان حکمرانوں کی ناعاقبت اندیشی پر جتنا بھی رویا جائے کم ہوگا۔ کیونکہ امریکہ مسلمانوں کو دہشت گرد کہہ کر ان کے خلاف صلیبی جنگ شروع کر کے ان کو نیست و نابود کرنا ضروری خیال کر رہا ہے اور عقل کے اندھے مسلمان حکمران اس صلیبی جنگ میں امریکہ کا ساتھ دے رہے ہیں۔ بدیں عقل و دانش بباید گریست

(ب) عراق پر امریکہ کا ظالمانہ و جارحانہ قبضہ اور عراقیوں کو غلام بنانے کے بعد تمام مسلمان ممالک بالخصوص پاکستان جیسی ایٹمی قوت کے حامل ملک پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ عراقی مسلمانوں کی ہر ممکن مدد کریں اور ان کے غصب کردہ ملک کو آزاد کر کے ان کی گردنوں، ہاتھوں اور پاؤں میں ڈالی گئی غلامی کی زنجیر کو توڑ ڈالیں اور اگر اس کے برعکس پاکستان وغیرہ اسلامی ممالک نے غاصب و جارح امریکہ کا ہاتھ بٹایا تو امت مسلمہ کو صدیوں اس کی سزا بھگتنی پڑے گی۔

هو الموفق کتبه

مفتی سیف اللہ حقانی

لقد أجاب أخنا الشيخ المفتي سيف الله الحقاني المحترم رئيس دار الافتاء بجامعة الحقانية بما هو الحق والحق أحق أن يتبع جزاه الله تعالى أحسن ما يجازي عباده المحسنين

الجواب صحیح

الجواب صحیح والمجیب نجیح

جامعہ اکوڑہ خٹک

۱۴۲۴/۵/۱۰

جناب شفیق الدین فاروقی

دارالعلوم کے شب و روز

دارالعلوم کے ششماہی امتحانات:

گزشتہ ہفتے دارالعلوم کے ششماہی امتحانات منعقد ہوئے۔ طلباء نے انتہائی نظم وضبط کا مظاہرہ کیا اور امتحان کے لئے بھرپور تیاری کی۔ یہ امتحانات نائب مہتمم حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ کی خصوصی نگرانی میں اختتام پذیر ہوئے۔ تمام اساتذہ اور عملہ نے اس میں مکمل تعاون کیا' امتحانات کے بعد چار دن کی تعطیلات ہوئیں۔ اب دوبارہ اسباق زور وشور سے جاری ہیں۔

متحدہ مجلس کے سربراہ مولانا شاہ احمد نورانی کی دارالعلوم تشریف آوری:

متحدہ مجلس عمل کے سربراہ سینئر حضرت مولانا شاہ احمد نورانی مدظلہ گزشتہ دنوں مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ سے ملاقات کے لئے تشریف لائے۔ آپ کے ہمراہ حافظ حسین احمد ممبر قومی اسمبلی بھی تھے۔ انہوں نے موجودہ ملکی حالات پر تفصیلی تبادلہ خیال کیا۔ بعدازاں حضرت مولانا شاہ احمد نورانی صاحب مدظلہ نے ایوانِ شریعت میں طلباء سے تفصیلی خطاب کیا اور علم اور اس کی فضیلت وملکی حالات پر ان کو آگاہ کیا۔

مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ کی وفاق المدارس اور شوریٰ کے اجلاس میں شرکت:

حضرت مولانا انوار الحق نائب مہتمم جامعہ دارالعلوم حقانیہ و ناظم وفاق المدارس العربیہ پاکستان ۲۱ ربیع الثانی ۲۲ جون کو وفاق عاملہ کے اور ۲۲ ربیع الثانی ۲۳ جون کو شوریٰ کے اجلاس میں شرکت کے لئے ملتان تشریف لے گئے۔ ان دو طویل اجلاسوں میں' امتحانی امور' سالانہ بجٹ ونصاب جیسے اہم مسائل پر تفصیلی بحث وفیصلے ہوئے۔

بین الاقوامی میڈیا کی دارالعلوم آمد:

موجودہ ملکی اور عالمی حالات کے تناظر میں مختلف چینلوں اور بین الاقوامی الیکٹرانک میڈیا سے تعلق رکھنے والے غیر ملکی نمائندے دارالعلوم تشریف لائے' انہوں نے دارالعلوم کا معائنہ کیا اور یہاں پر درس وتدریس اور تعلیمی ماحول کا جائزہ لیا اس کے ساتھ حضرت مولانا سمیع الحق صاحب سے شریعت بل اور دیگر مختلف موضوعات پر تبادلہ خیال کیا۔

مولانا حافظ محمد ابراہیم فانی

مولانا حافظ عرفان الحق حقانی

تبصرہ کتب

نام کتاب: حسن گفتار　　　مؤلف: طالب ہاشمی　　　ضخامت: ۲۶۴ صفحات

قیمت: ۱۰۰ روپے　　　ناشر: البدر پبلی کیشنز اردو بازار لاہور

جناب طالب ہاشمی کا نام علمی حلقوں کے لئے محتاج تعارف نہیں۔ آپ بیسیوں کتابوں کے مصنف اور ملک کے نامور اہل قلم میں ان کا شمار ہوتا ہے، سیر و سوانح اور بالخصوص حضرات صحابہ کرام اور حضور اقدس ﷺ کے پروانوں اور جان نثار شیدائیوں پر آپ نے جو تالیفات کی ہیں، اس سے روح کو بالیدگی ملتی ہے، بقول ڈاکٹر خواجہ عابد نظامی صاحب ''ہاشمی صاحب کی بیشتر زندگی تصنیف و تالیف اور مطالعہ میں گزری ہے سیرت طیبہ اسوہ صحابہؓ حالات اولیاء اللہ اور اسلامی نظام زندگی غرض ہر موضوع پر انہوں نے لکھا ہے بلکہ کہنا چاہیے کہ ان موضوعات پر لکھنے کا حق ادا کیا ہے ابتک انکی بیسیوں کتابیں شائع ہو چکی ہیں، کئی کتابوں پر ایوارڈز مل چکے ہیں۔ پھر ایسی کتابوں کی تعداد بھی کچھ کم نہیں جنکے کئی کئی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔'' زیر تبصرہ کتاب درحقیقت مولف کے ان ۵۰ مضامین کا مجموعہ ہے جو گزشتہ چند سالوں میں وقتاً فوقتاً مختلف رسائل و جرائد میں شائع ہوئے یا ریڈیو پاکستان لاہور سے نشر ہوئے۔ ان مضامین کو کتابی شکل میں ترتیب دیتے وقت مولف نے اسمیں خاصا ردو بدل کیا ہے۔ کتاب کے مضامین کا انداز بیان انتہائی دلکش اور عام فہم ہے جس سے ہر استعداد کے حامل افراد مستفید ہو سکتے ہیں۔ بلاشبہ یہ کتاب تعمیر سیرت میں اہم کردار ادا کرے گی، بقول مولف جہاں تک ہو سکا ان مضامین میں سادہ اور عام فہم انداز اختیار کیا گیا ہے انکو کتابی صورت میں لاتے وقت یہ مقصد بھی پیش نظر رہا ہے کہ عام مسلمانوں کے علاوہ طلبہ و طالبات خطباء مقررین معلمین اسی سے بطور خاص استفادہ کر سکیں۔ استفادہ اس صورت میں کہ اگر انکو ان میں سے کسی موضوع پر مقالہ لکھنے یا گفتگو کی ضرورت پیش آئے تو وہ ان سے مدد لے سکیں۔ ہماری دعا ہے کہ جناب طالب ہاشمی کی جولانی قلم اسی طرح رواں دواں رہے تاکہ آپکے قلم کے فیض سے ایک عالم مستفیض ہو۔ (م۔ا۔ف)

ماہنامہ: الراحۃ　　　مدیر اعلیٰ: مولانا سید العارفین صاحب　　　مقام اشاعت: مرکز علوم اسلامیہ راحت آباد پشاور

ملک کے مختلف دینی مدارس سے ماہناموں پندرہ روزہ اور سہ ماہی جرائد کی شکل میں رسالے شائع ہو رہے ہیں، اور یہ اچھا اور مفید سلسلہ ہے، یہی دینی مدارس جس طرح کہ اس کے اساتذہ تعلیم و تدریس کے ذریعہ علوم و فنون کی روشنیاں بکھیر رہے ہیں، اسی طرح ان سے شائع شدہ مضامین مقالات اور تصنیفات سے بھی قارئین کے لئے افادہ و استفادہ کا سامان پیدا کر رہے ہیں۔ زیر تبصرہ ماہنامہ الراحہ مرکز علوم اسلامیہ راحت آباد پشاور کا نقش اول ہے چونکہ اس ادارہ کے

سرپرست اور مہتمم مولانا راحت گل صاحب مدظلہ ہیں انہی کے نام کی نسبت سے یہ رسالہ الراحہ سے موسوم کیا گیا ہے۔مولانا راحت گل صاحب مدظلہ کو تحریر اور تصنیف و تالیف کا وسیع تجربہ ہے اور انہوں نے کئی کتابیں مقالات اور مضامین لکھے ہیں' اس سے پہلے وہ ماہنامہ الجامعہ کے مدیر بھی رہ چکے ہیں۔اب یہ رسالہ آپ کے فرزند کے زیر ادارت شائع ہورہا ہے' امید ہے وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس میں نکھار آئے گا۔ ادارہ الحق معاصر رسالہ الراحہ کا خیر مقدم کرتے ہوئے اس کے کارپردازان کے لئے استقامت اور روزافزوں کا متمنی ہے۔ (م۔ا۔ف)

کتاب: سراغ زندگی تالیف: مولانا عبدالقیوم حقانی صفحات: ۱۶۰

قیمت: درج نہیں ناشر: القاسم اکیڈمی جامعہ ابوہریرہؓ ' برانچ پوسٹ آفس خالق آباد' ضلع نوشہرہ

اکثر اہل ذوق اور اہل علم وقلم کا یہ وطیرہ رہا ہے کہ مطالعہ کے دوران جو واقعہ یا تحریر خواہ جس موضوع سے متعلق ہو' اس کو بطور حاصل مطالعہ اپنے بیاض میں نقل کرتے ہیں اس قسم کی کئی کتابیں منصۂ شہود پر آئی ہیں۔ان میں سے بعض تو ضخیم ہیں اور بعض مختصر' اور یہ طریقہ انتہائی مفید ہے کیونکہ قاری کو ایک تیار لگایا ہوا دسترخوان مل جاتا ہے اور جو چیز اس کے دل کو بھائے اس کو اٹھالیتا ہے۔یعنی پڑھنے والا ہزارہا صفحات کی چھان بین کی مشقت اٹھانے سے آزاد ہوتا ہے۔

زیر تبصرہ مختصر کتاب مولانا عبدالقیوم حقانی کے انہی منتخبات کا ایک باب ہے جو اپنی دلکشی اور دلآرائی کے باعث ایک نشست میں قاری کو ختم کرنے پر مجبور کرتی ہے۔چنانچہ تحریر فرماتے ہیں احقر اپنے زمانہ طالب علمی میں اور پھر تدریسی مطالعاتی تصنیفی' تالیفی اور تحریری الغرض مختلف مراحل میں اپنے اکابر و سلف صالحین کے علم پرور واقعات اور اقوال جو دل کو بھاتے ہمت بڑھاتے نور ایمان کا باعث بنتے۔اپنی ذاتی ڈائریوں میں نقل کرتا رہا۔

ہم نے اپنے آشیانے کے لئے جو چبھے دل میں وہی تنکے لئے

احقر نے ایسی یادداشتوں پر مشتمل تحریروں کا نام جگر لخت لخت رکھا۔

جگر لخت لخت کے اس حصے میں مولانا ابوالکلام آزاد کے اقوال وارشادات ہیں جو ان کی اور ان پر لکھی گئی مختلف کتابوں سے ماخوذ ہیں۔علاوہ شاہ عبدالعزیز' محدث دہلوی' مولانا محمد علی جوہر' مولانا مفتی کفایت اللہ قدس سرہ اور محدث عصر مولانا یوسف بنوری کے اقوال بھی اس میں منقول ہیں۔ بلاشبہ یہ ایک دلچسپ انتخاب ہے اور مؤلف سے استدعا ہے کہ وہ اس کے دیگر ابواب سے بھی انتخاب کرکے اہل ذوق کو علمی سوغات سے نوازیں۔ (م۔ا۔ف)

کتاب: میرے حضرت میرے شیخ (شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ)

تالیف: حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی مدظلہ ضخامت: ۲۶۰ صفحات قیمت: ۹۰ روپے

ناشر: القاسم اکیڈمی جامعہ ابوہریرہ' برانچ پوسٹ آفس خالق آباد' ضلع نوشہرہ

قارئین استاذ محترم حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی کی شخصیت سے اچھی طرح آگاہ ہیں موصوف کا نام تصنیف

وتالیف اور خطابت کے میدان میں سند کی حیثیت رکھتا ہے۔

آپ نے ماہنامہ الحق میں بحیثیت مضمون نگار اپنی تحریری زندگی کا آغاز کیا' الٰہی توفیق انتھک جدوجہد حسن ذوق اور شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق ؒ کی صحبت ومعیت وہ عوامل تھے جس نے اس گوہر کی چھپی خوبیوں کو اجاگر کر کے تھوڑے ہی عرصہ میں بام عروج تک پہنچایا۔ پیش نظر کتاب ''میرے حضرت میرے شیخ ؒ'' حقانی صاحب نے بانی دارالعلوم حقانیہ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق ؒ کی حیات طیبہ پر تالیف فرمائی۔ اکابر علماء کے حالات پڑھنے سے پژمردہ قلوب میں نشاط وانبساط کی کیفیات پیدا ہوتی ہیں۔ روحانی فرزند ہونے کے ناطے اپنا حق ادا کرتے ہوئے حقانی صاحب نے اب تک شیخ الحدیث قدس سرہ کی عظیم شخصیت پر چھ کتابیں لکھی ہیں۔ تاہم ماہنامہ الحق کا ''شیخ الحدیث نمبر'' جو کہ حضرت مولانا سمیع الحق دامت برکاتہم کی فکر وسعی اور مولانا حقانی کی چار سالہ مسلسل کوششوں سے منظر عام پر آیا اس سلسلے کا بنیادی ماخذ اور تاریخی دستاویز ہے۔ اگر میں پیش نظر کتاب کو اس کا خلاصہ اور نچوڑ قرار دوں تو بے جا نہ ہوگا۔ بہر حال یہ کتاب شیخ الحدیث قدس سرہ العزیز کے تلامذہ محبین اور شائقین کے لئے ایک نادر اور انمول تحفہ ہے۔ جس میں آپ کی حیات طیبہ علم و عمل' سیرت وکردار' علمی' دینی' روحانی' جہادی' تجدیدی' اصلاحی کارناموں سفر آخرت کے عبرت انگیز احوال ایمان آفرین مجالس اور روح پرور ارشادات کا احاطہ کیا گیا ہے۔ (مولانا عرفان الحق حقانی)

رسالہ: مروجہ قرآن خوانی کی شرعی حیثیت تالیف: مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی مدظلہ

صفحات: ۴۰ ناشر: میمن ٹرسٹ' پوسٹ بکس نمبر 470 اسلام آباد۔ 44000

قرآن مجید کی تلاوت باعث خیر وبرکت اور دنیا وآخرت میں کامیابیوں کا زینہ اور خیر وبرکت کا باعث ہے۔ اس کتاب مقدسہ کی تلاوت وہ عظیم نعمت ہے جس پر فرشتے بھی رشک کرتے ہیں۔ زمانہ قدیم سے مسلمان خیر وبرکت کے حصول کیلئے اس کتاب کی تلاوت (ختم) کرتے ہیں۔ مگر آج کل قرآن خوانی کا جو طریقہ رائج ہے اسکا وجود زمانہ رسالت ﷺ عہد صحابہؓ اور اسلاف کے ادوار میں مفقود ہے۔ حضرات علماء کرام نے اس کی شرعی حیثیت بیان کرنے کیلئے مختلف کتابیں اور رسائل لکھی ہیں۔ اور بعض خرابیوں کی وجہ سے اسکو ناجائز اور بدعت لکھا ہے۔ زیر تبصرہ رسالہ ''مروجہ قرآن خوانی کی شرعی حیثیت'' اسی موضوع پر جامعہ دارالعلوم کراچی کے نائب مفتی حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی مدظلہ کا ایک بیان ہے۔ جسے قلمبند کر کے میمن ٹرسٹ نے شائع کیا۔ مفتی صاحب نے قرآن خوانی کے مروجہ طریقہ کار پر بحث کرتے ہوئے اس کی جملہ خرابیوں اور دشواریوں کو واضح کر کے اس پر جرح کر کے مسئلہ کو واضح کیا۔ رسالہ کے آخر میں ایصال ثواب کا شرعی اور آسان طریقہ تفصیل سے بیان کر کے امت کو اسے اپنانے کی تلقین کی ہے۔ (مولانا عرفان الحق حقانی)

اور اللہ ہی نے تمہارے لئے گھروں کو رہنے کی جگہ بنایا (القرآن)

(رجسٹرڈ)

اسلام آباد موٹروے سٹی

خیبر بلاک

فوری رجسٹری

محل وقوع:

اسلام آباد موٹروے سٹی جماعت اسلامی کے مجوزہ مرکز **قرطبہ سٹی**، تعمیر ملت ایجوکیشن سٹی (شفا انٹرنیشنل ہسپتال اسلام آباد) کے درمیان **پاکستان موٹروے** کے قریب اور **نیو انٹرنیشنل اسلام آباد ایئرپورٹ** سے 3 کلومیٹر پر واقع ہے۔

سائز پلاٹس			
رہائشی پلاٹس	5 مرلہ	10 مرلہ	1 کنال
زرعی فارم	5 کنال	10 کنال	20 کنال

کمرشل پلاٹس	سائز 10 X 20	نقد ادائیگی پر رعایتی قیمت 40 ہزار روپے
	سائز 12 X 30	نقد ادائیگی پر رعایتی قیمت 60 ہزار روپے

قیمت اور طریقہ ادائیگی

قیمت	ایڈوانس	ماہانہ قسط
12,000 روپے فی مرلہ	1,000 روپے فی مرلہ	100 روپے فی مرلہ
رجسٹری	کل قیمت کا نصف یکمشت ادا کرنے پر 15 دن میں رجسٹری	
نوٹ	کارنر اور ڈبل روڈ فیسنگ پلاٹ پر دس فیصد زائد قیمت	

ہمیں ملک بھر بشمول آزاد کشمیر اور بیرون ممالک سے باصلاحیت **بزنس مینجرز** درکار ہیں۔

غرناطہ بلاک

فوری قبضہ

محل وقوع:

بہترین نظارے اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے بہترین سیرگاہ شاہ پور ڈیم، نیو انٹرنیشنل اسلام آباد ایئرپورٹ، موٹروے، پی اے ایف ہاؤسنگ سکیم، P.E.C.H.S ہاؤسنگ سکیم سے قریب، 120 فٹ چوڑی فتح جنگ مین روڈ پر اور راولپنڈی سے 25 منٹ کی مسافت پر واقع ہے۔

سہولیات:

- 24 گھنٹے ٹرانسپورٹ، ڈاک خانہ، ہسپتال، مارکیٹ، سکولز، مسجد، شاپنگ سنٹر، پٹرول پمپ، ٹیلی فون، ترقی یافتہ شہر کی طرز پر تمام سہولیات آپ کی دسترس میں ہیں۔

5 مرلہ، 10 مرلہ اور ایک کنال کے رہائشی پلاٹ دستیاب ہیں۔

قیمت اور طریقہ ادائیگی

رہائشی پلاٹس

قیمت فی مرلہ	ایڈوانس فی مرلہ	ماہانہ قسط
15000 روپے	2000 روپے	200 روپے

نوٹ: کارنر اور ڈبل فیسنگ پلاٹ پر دس فیصد اضافہ

کمرشل پلاٹس

کمرشل پلاٹس	سائز 10 X 20	نقد ادائیگی پر رعایتی قیمت 40 ہزار روپے
	سائز 12 X 30	نقد ادائیگی پر رعایتی قیمت 50 ہزار روپے

کرم فرماؤں کے لئے **خوشخبری** ہے کہ
نیو اسلام آباد انٹرنیشنل ایئرپورٹ
کے ٹینڈر کا اشتہار 19 اپریل 2003 کو روزنامہ جنگ میں شائع ہو چکا ہے۔ اس نئے ایئرپورٹ سے اسلام آباد موٹروے سٹی (خیبر بلاک) کا فاصلہ تقریباً 3 کلومیٹر ہے اور ایئرپورٹ کے رنگ روڈ (Ring Road) سے متصل سڑک خیبر بلاک براستہ موٹروے راولپنڈی/اسلام آباد کا فاصلہ انتہائی کم ہو کر رہ جائے گا۔

تعمیرات کے لئے
محمد نصیر خان مروت
(چیف ایگزیکٹو)

الاتحاد کارپوریشن

IMC — ISLAMABAD MOTORWAY CITY — REGISTERED

7۔ دبئی پلازہ سکستھ روڈ چوک مری روڈ راولپنڈی فون: 051-4581451 موبائل: 0333-5183482

Regd No. P-90 Monthly "Al-Haq" Akora Khattak